بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ امام ابن تیمیہؒ نمبر ا

اردو ترجمہ

کتاب
الوصیۃ الکبریٰ

مصنفہ

مجدد اعظم شیخ الاسلام تقی الدین حضرت امام ابن تیمیہ الحرانی علیہ رحمۃ اللہ

حسب فرمائش

حافظ محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

و

مالکان دار الترجمہ والاشاعت تصانیف امام ابن تیمیہ رح

سنہ ۱۳۴۶ھ

بمطبع اسلامیہ لاہور بیکی دروازہ

باہتمام میاں منظور الزمان مینیجر طبع شد

تصانیف مجدد اعظم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح بزبان اردو

تفسیر سورۂ اخلاص - اس تفسیر میں خالص اسلامی توحید جلوہ گر ہے۔ عیسائیوں اور آجکل کے مادہ پرست آریوں کی تردید کے پُرزور دلائل جمع کر دئے گئے ہیں۔ قرآن و سنت کے سینکڑوں نئے نئے نکات اور معارف مترجمہ مولانا مولوی غلام ربّانی صاحب سابق نائب مدیر اخبار "زمیندار و انقلاب" کاغذ ولائتی سفید سرورق رنگین۔ حجم ۲۱۶ صفحات تقطیع وصیۃ الکبریٰ کے برابر قیمت عہ۔ کتاب کو نو ابواب اور فصول میں تقسیم کرکے مضمون کو آسان کر دیا گیا ہے +

تفسیر سورۂ فلق و الناس - اس تفسیر میں امام موصوف نے پہلے متقدمین کے وہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ جو لفظ غاسق۔ وقب۔ وسواس۔ رب۔ ملک۔ الٰہ کے متعلق ان کی تفسیروں میں پائے گئے ہیں۔ اس کے بعد پرزور استدلالات سے راجح ترین قول کی تحقیق کی ہے۔ علاوہ اور مباحث۔ کہ جو تفسیر کے سلسلہ میں ضمناً آگئے ہیں۔ آیۂ من الجنۃ والناس کی تفسیر کرتے ہوئے شیاطین الانس اور شیاطین الجن کے مکر و وسواس پر نہایت جامع اور معقول بحث کی ہے۔ پوری خوبی کا اندازہ دیکھنے پر موقوف ہے۔ اردو ترجمہ معہ متن عربی قیمت نو آنے - - - - - - - - - - - - - - ۹ر

زیارت القبور - اس کتاب میں قرآن و احادیث کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ زیارت قبور کا مسنون طریق کیا ہے۔ جو لوگ قبروں پر جاکر مردوں کو پکارتے۔ ان سے طرح طرح کی حاجات طلب کرتے۔ قبروں کی پرستش کرتے اور پیر کی منت مانتے ہیں۔ ان کے یہ تمام افعال داخل شرک ہیں۔ الغرض اہل توحید صحاب اگر قبر پرستی کی بیخ کنی میں کوئی مدلل کتاب چاہتے ہیں۔ تو اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ اردو ترجمہ معہ متن عربی۔ قیمت ۹ر

العقیدۃ الواسطیہ - یہ کتاب اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ کی پوری تفسیر ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ ملائکہ۔ کتب۔ رسل تقدیر اور یوم آخرت پر جس طرح ایمان ہونا چاہئے۔ اس کی پوری پوری تشریح ہے۔ ضمن میں صفات الٰہیہ۔ مثلاً نزول۔ استوٰی علی العرش اور شفاعت رسول صلعم اور فضائل صحابہؓ اور دیگر مضامین پر دلچسپ بحث ہے۔ اردو ترجمہ معہ متن عربی۔ قیمت چھ آنے - - - - - - - - - - - - - ۶ر

درجات الیقین - یہ کتاب تصوف کی جان ہے۔ معرفت الٰہی کا گنجینہ اور قرآنی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ یعنی علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین کی تشریح ہے۔ معہ متن عربی۔ قیمت دو آنے - - - ۲ر

الوصیۃ الصغریٰ - یعنی الوصیۃ الکبریٰ کا دوسرا حصہ۔ آیۂ اِتَّقُوا اللّٰہَ کی جامع تفسیر ہے۔ اس کا لب لباب تقویٰ۔ توبہ و استغفار۔ مکارم اخلاق۔ مداومت ذکر۔ تفقہ فی الدین۔ اور دعا وغیرہ کی تعلیم

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے پہلے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ ایسے خداشناس اور بے لوث شخص گذرے ہیں۔ جنہوں نے علم تصوف کے چشمہ کو جو بدعت کے خس و خاشاک سے پٹ گیا تھا۔ بالکل پاک صاف کر دیا۔ کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان (ابن تیمیہؒ) باوجود قلیل الحجم ہونے کے اس بات میں بے مثل اور عدیم النظیر کتاب ہے۔ اور متاخرین کی مولفات میں جو اعزازی رتبہ کتاب منازل السائرین اور اس کی شرح مدارج السالکین (یعنی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر حجم ص۹۲۸ مصنفہ امام ابن قیمؒ کو حاصل ہے۔ وہ کسی اور کتاب کو نہیں۔ (منقول از سوانح عمری حضرت شاہ ولی اللہ رح ص۳۰) ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش واقعی

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ

حضرات! ہماری مدت سے خواہش تھی۔ کہ اپنے کتب خانہ کے لئے کسی خاص مقصد کی کتابیں شائع کریں۔ جیساکہ ہر تاجر کتب کا خیال ہوتا ہے۔ کہ عام کتابیں فروخت کرنے کے علاوہ چند کتابیں اپنی فرمایش سے بھی چھپواکر فروخت کرے اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔ کتابیں شائع کرنا تو چنداں مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن غور طلب بات یہ تھی۔ کہ کونسا سلسلہ انتخاب کیا جائے۔ محض تجارتی فائدہ اٹھانا مدِنظر ہوتا۔ تو جیسی بھی کتابیں آسانی سے میسر آسکتی تھیں۔ شائع کردی جاتیں۔ لیکن خواہش اس بات کی رہی۔ کہ کوئی مفید سلسلہ مل جائے۔ تو ہمہ تن اس کی اشاعت میں سعی کی جائے۔ تاکہ اس کے مطالعہ سے لوگوں کو دینی فائدہ حاصل ہو۔ اور اشاعتِ علومِ حقہ بخوبی ہوسکے۔ اور وہ کتابیں بھی ایسی ہوں۔ کہ ان کا مضمون کتاب وسنت کی تعلیم سے نقطہ بھر بھی متجاوز نہ ہو۔ آخر غور اور فکر کے بعد یہی معلوم ہوا۔ کہ دنیائے دو مقتدر مجددانِ ملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح اور علامہ ابن قیم رح کی زریں گراں قدر اور نایاب عربی کتابوں کے اردو ترجمے کرائے جائیں۔ اوران کے مطالعہ کا ملک میں رواج دیا جائے۔

آج اگر روئے زمین کے کتب خانوں کو ٹٹولا جائے۔ اور گذشتہ صدیوں کے علمائے کرام کی تصانیف پر سلامتی فطرت کے ساتھ غیر متعصبانہ نظر ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ کتاب اور سنت کے معانی کو ان کے سادہ مفہوم میں بلاکسی قسم کے تکلف اور تاویل کے بیان

کرنے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح اور علامہ ابن قیم رح کی تصانیف امتیاز خصوصی رکھتی ہیں۔ ہر دو امام حق پرست علما کے طبقہ میں مجتہد مطلق تسلیم کئے گئے ہیں۔ متاخرین میں بڑے بڑے علما کا علم ان کی تصانیف سے ماخوذ ہے۔ تعجب اور تعجب کے ساتھ حسرت ہے کہ جس قدر یہ کتابیں مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اسی قدر ان کی اشاعت میں کوتاہی کی گئی ہے سینکڑوں تالیفات توگمنامی کی بستی میں سوئی پڑی ہیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آج ملک کو ان کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم نے یہ عزم کرلیا ہے۔ کہ ان گراں قدر قیمتی کتابوں کے بہترین مصنفین سے اردو ترجمے کرائیں۔ اور پبلک کی خدمت میں پیش کریں۔ اس مقصد کی تکمیل سراسر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی سے ہر وقت دعا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کام کو سرانجام دے۔ ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔

حضرات! یہ رسالہ جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا نام **الوصیۃ الکبریٰ** ہے۔ اس میں فرقۂ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی تحقیق کی گئی ہے۔ اصل کتاب میں ابواب اور عناوین کی تقسیم نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ کو کامل تیس بابوں پر تقسیم کرکے کتاب کو اس طرح عام فہم کردیا ہے۔ کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔

حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کو اس رسالہ کے لکھنے کی جو ابتداءً ضرورت پڑی۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کے وقت میں اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک ایسا گروہ موجود تھا۔ جو کہتا تھا کہ ہم شیخ عارف قدوۃ ابوالبرکات عدی بن مسافر اموی رح کے پیرو ہیں جو ایک مشہور ولی گذرے ہیں۔ چونکہ شیخ موصوف کا مسلک نہایت متوسط اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے بالکل مطابق تھا۔ اور یہ لوگ جو ان کے پیرو کہلاتے تھے بہت سی باتوں میں صراط مستقیم کو چھوڑ کر افراط اور تفریط کی جانب جھک گئے تھے۔ اور پھر بھی اپنے آپ کو عدی بن مسافر رح کا پیرو کار بتلاتے تھے۔ لہٰذا امام موصوف نے یہ رسالہ لکھ کر شیخ عدی رح کے پیروؤں کو یہ جتلایا۔ کہ اصل طریقہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی ہے۔ شیخ عدی بھی اسی طریق پر کاربند تھے اور تمہارا طریق وہ نہیں ہے۔ جو شیخ موصوف کا تھا۔

نیازمند ان

محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب مالکان دارالترجمہ والاشاعت کتب حدیث و تصانیف امام ابن تیمیہ وغیرہ کشمیری بازار لاہور

فہرست مضامین الوصیۃ الکبریٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلّکم تذکّرون

الوصیۃ الکبریٰ

۱۔ تمہید

مجدد اعظم شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس حضرت امام احمد بن عبد الحلیم ابن عبد السلام ابن تیمیہ حرانی فرماتے ہیں :-

احمد ابن تیمیہ عفا اللہ عنہ کی طرف سے یہ چند وصیتیں ہیں ۔جس شخص کو یہ مل جائیں ۔اسے ان پر عمل پیرا ہونا چاہئے ۔ اہل السنۃ والجماعۃ بالخصوص وہ اصحاب جو شیخ عارف قدوہ ابو البرکات عدی بن مسافر اموی رح کی جماعت میں داخل ہیں۔ان باتوں سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنے راستہ پر چلنے ،اپنی اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بجالانے اور حبل متین کے ساتھ تمسک کرنے کی توفیق دے ۔ انعام یافتہ گروہوں ۔مثلاً انبیاء ۔ صدیقین ۔شہداء اور صالحین کے راستہ کی طرف راہنمائی کرے ۔اور رسولؐ کی شریعت سے منحرف ہونے والی گمراہ اور کجرو جماعتوں کے راستہ سے الگ رکھے ۔تاکہ یہ لوگ کتاب اور سنت کی پابندی سے اللہ کے بہت بڑے احسان کے حقدار بن جائیں +

۲۔ حمد اور صلوٰۃ

وبعد فانا نحمد الیکم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو وھو للحمد اھل

وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَنَسْئَلُہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَکْرَمِ الْخَلْقِ عَلٰی رَبِّہٖ وَاَقْرَبِھِمْ اِلَیْہِ زُلْفٰی وَ اَعْظَمِھِمْ عِنْدَہٗ دَرَجَۃً مُحَمَّدٍ عَبْدِہٖ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

۳۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت اور اتمام نعمت

اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے۔ اور اس بارہ میں اللہ تعالےٰ کی شہادت کافی ہے۔ اور آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی۔ جو سراپا حق سابق نازل شدہ کتابوں تورات و انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتی۔ ان کے غلط اور صحیح حصوں میں فرق تبلاتی اور اصول دین میں ان کے ساتھ متفق ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے اور آپ کی امت کے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور نعمت پایۂ اتمام کو پہنچا دی۔ ان کو اچھے اعتقادات و اعمال و اخلاق کے ساتھ آراستہ کرکے دنیا کی ہدایت کی خاطر نمونہ بنا کر تمام امتوں سے اس طرح افضل گردانا۔ کہ ستّر امتوں کے مقابلہ میں یہ ایک امت ان سے افضل اور برگزیدہ ہے۔ اسے معتدل اور درمیانہ اعتقادات اعمال اور اخلاق کے ساتھ مزین کرکے لوگوں کے لئے گواہ ٹھیرایا۔ آپ کی امت کے دین کو دو حصّوں پر منقسم کیا۔ یعنی گذشتہ انبیا علیہم السلام کے ادیان کے مشترک اصول ایمان کی طرف راہنمائی کرنے کے علاوہ ایک خاص طریق اور شریعت کے ساتھ بھی مخصوص کرکے پہلی تمام امتوں سے ممتاز کیا۔

۴۔ دین کا پہلا حصہ

گذشتہ امتوں کے مشترک اصول ایمان

دین کا پہلا حصہ تو وہ ہے۔ جو گذشتہ امتوں کے نزدیک بھی متفق علیہ تھا۔ یہی اصول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بھی لازم اور ضروری قرار دئے گئے۔ اور بمنزلہ

اصول ایمان کے ہیں۔ یہ چار اصول ہیں:۔

۵۔ اصل اول توحید

اصول ایمان میں سب سے اعلیٰ اور افضل چیز توحید ہے۔ اور یہ ہر انسان کے لئے خلوص قلب اور صفائی نیت کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دینا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

(۱) اور اے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے جب کبھی کوئی رسول بھیجا۔ تو اس پر ہم یہی وحی کرتے رہے ہے۔ کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ تو لوگو! ہماری ہی عبادت کرو +

(۲) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

(۲) اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس بات کے سمجھانے کے لئے بھیجتے رہے ہیں کہ لوگو! صرف اسی کی عبادت کرو۔ اور شیطان سرکش کے اغوا سے بچتے رہو +

(۳) وَاسْئَلْ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ

(۳) اور اے پیغمبر تم سے پہلے جو ہم نے رسول بھیجے۔ ان سے پوچھ دیکھو۔ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا دوسرے دوسرے معبود ٹھیرا دئے تھے۔ کہ ان کی پرستش کی جائے +

(۴) شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى۔

(۴) لوگو! اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ ٹھیرایا ہے۔ جس پر چلنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا۔ اور اے پیغمبر تمہاری طرف بھی ہم نے اسی راستہ کی وحی کی ہے۔ اور اسی کا ہم نے ابراہیم۔ موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا +

(۵) يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ

(۵) اے گروہ پیغمبراں! ستھری چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جیسے جیسے عمل کرتے ہو ہم ان سب سے واقف ہیں۔ اور یہ تمہارا خدائی گروہ ہے۔ اور اصل دین کے اعتبار سے ایک ہی گروہ ہے۔ اور ہم ہی تم سب کے پروردگار ہیں تو ہم سے ہی ڈرتے رہو +

۶۔ اصل دوم

تمام کتابوں اور انبیا علیہم السلام پر ایمان لانا

اصل ایمان کی دوسری شق یہ ہے۔ کہ اللہ کی بھیجی ہوئی تمام کتابوں اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لایا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(۱) قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

(۱) مسلمانو! تم کہو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ اور قرآن جو ہم پر اترا۔ اس پر۔ اور صحیفے جو ابراہیمؑ۔ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اترے۔ اُن پر۔ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جو کتاب ملی۔ اس پر۔ اور جو دوسرے پیغمبروں کو اُن کے پروردگار سے ملا۔ اس پر۔ ہم اللہ کے پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح کی جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی ایک خدا کے فرمانبردار ہیں +

(۲) قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔

(۲) اے پیغمبر انہیں کہ دو کہ کتاب کی قسم سے جو کچھ خدا نے اتارا ہے۔ میرا تو سب پر ایمان ہے اور مجھ کو خدا کے ہاں سے حکم ملا ہے۔ کہ تمہارے اندرونی اختلافات کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کردوں +

(۳) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

(۳) یہ پیغمبر محمدؐ اس کتاب کو مانتے ہیں۔ جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور دوسرے مسلمان بھی۔ یہ سب کے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے۔ کہ سب پیغمبروں کا دین ایک ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو بھی جدا نہیں سمجھتے۔ اور بول اٹھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تیرا ارشاد سُنا اور تسلیم کیا۔ اے ہمارے پروردگار! بس تیری ہی مغفرت درکار ہے۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے +

۔۰۔

۷- اصل سوم

قیامت پر ایمان لانا

اصول ایمان کی تیسری اصل قیامت اور اس دن کے حساب اور ثواب وعقاب کا یقین کرنا ہے۔ چنانچہ ذیل کی آیت میں تبلایا گیا ہے۔ کہ گذشتہ امم کے ایماندار لوگوں کے لئے بھی یوم آخرت پر یقین رکھنا ان کے ایمان کی جزو قرار دیا گیا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ؀

بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو ان کے کئے کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہونگے۔

۸- اصل چہارم

عبادات اور اخلاق

اصل ایمان کا چوتھا جزو وہ باتیں ہیں جنہیں اصول شرائع کہا جاتا ہے اور جو کہ سورۂ انعام۔ اعراف۔ اسراء وغیرہ کی سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً صرف خدائے واحد کی عبادت کرنا۔ ماں باپ کی اطاعت بجالانا۔ صلہ رحمی کرنا۔ عہد کو پورا کرنا۔ گفتگو میں عدل کو ملحوظ رکھنا۔ ناپ تول میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا۔ سائل اور محروم کو خیرات دینا۔ کسی نفس کے ناحق قتل کرنے۔ بے حیائی کے کاموں کے کرنے۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ گناہ کرنے اور ناروا کسی پر زیادتی کرنے اور دین کے بارہ میں علم کے بغیر گفتگو کرنے وغیرہ وغیرہ منع کاموں کو حرام جاننا۔ ان کے علاوہ وہ تمام باتیں بھی بجا لانا جو توحید میں داخل ہیں۔ مثلاً اللہ تعالے کے لئے دین کو خالص کرنا۔ اس پر بھروسہ رکھنا۔ اس کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب سے خوف رکھنا اور اس کے حکم پر صبر کرنا۔ اس کے فرمان پر ثابت قدم رہنا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کو اہل وعیال۔ مال

جان اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز رکھنا۔ اور اسی قسم کی اصول ایمان سے تعلق رکھنے والی وہ باتیں جو عام طور پر مکّی اور کہیں کہیں مدنی سورتوں میں بیان کی گئی ہیں +

۹- دین کا دوسرا حصہ

امت محمدیہ کے خصائص

دین کا دوسرا حصہ ان احکام کا مجموعہ ہے۔ جو اللہ نے بعض بعض مدنی سورتوں میں نازل فرمائے اور مختلف مواقع میں انہیں وِجہہ۔ منسک اور منہاج کے نام سے تعبیر فرمایا۔ دراصل یہ وہ طریقے ہیں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنی امت کے لئے مقرر کئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر علاوہ قرآن مجید کے ایک حصہ

۱۰- حکمت

کا بھی نازل فرمایا۔ اور اس طرح مسلمانوں پر ایک بہت بڑا انعام کیا۔ ازواج مطہرات کو بھی حکم دیا۔ کہ وہ اپنے پروردگار کی اس نعمت کو یاد کریں۔ آیات ذیل میں فرمایا:-

(۱) وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۳) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ

(۱) اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری ہے اور تم کو ایسی باتیں سکھادی ہیں جو پہلے تم کو معلوم نہ تھیں۔ (۲) اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی فضل کیا کہ ان میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان کو خدا کی آئتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (۳) اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آئتیں اور حکمت کی باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ ان کو یاد رکھو +

سلف صالحین میں سے اکثر کے نزدیک حکمت سے مراد وہ ہے۔ جس کو ہم سنت کہتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ ازواج مطہرات؆ کے گھروں میں جو چیز سوائے قرآن شریف کے پڑھی جاتی

تھی۔ وہ سنت ہی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ۔ سن رکھو۔ کہ اللہ نے مجھے قرآن اور اس کی مثل دوسرا علم بھی دیا ہے۔ حضرت حسان بن عطیہ سے ایک روایت ہے۔ کہ وقال حسان ابن عطیۃ کان جبریل علیہ السلام ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ کما ینزل بالقرآن فیعلمہ ایاھا کما یعلمہ القرآن (ترجمہ) جبریل علیہ السلام جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی وحی لاتے تھے۔ اسی طرح سنت کی بھی وحی لاتے تھے۔ اور قرآن کی طرح آپ کو اس کی تعلیم دیتے تھے۔

۱۱۔ وجہ۔ منسک اور منہاج کی تفصیل

اور ان مدنی احکام کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

قبلہ رخ ہو کر مقررہ رکعت۔ رکوع۔ سجود اور قراءت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز اپنے اوقات میں ادا کرنا۔ زکوٰۃ اور اس کا شرعی نصاب جو مسلمانوں کے مختلف قسم کے مال مثلاً مویشی جانوروں۔ غلوں۔ پھلوں۔ تجارت کی اشیا۔ اور سونے چاندی پر مقرر ہے۔ اور اس کے مصارف جو مندرجہ ذیل آیت میں مذکور ہیں:۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ	زکوٰۃ و خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے۔ اور محتاجوں کا اور کارکنوں کا جو مال زکوٰۃ کے وصول کرنے پر تعینات ہیں اور ان لوگوں کا جن کا دل پرچانا منظور ہے۔ ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے۔

اور نیز قیدی اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ یعنی مجاہدین کے ساز و سامان میں۔ اور مسافروں کے زاد راہ میں۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحب تدبیر ہے۔

رمضان کے روزے۔ اور بیت اللہ کا حج۔ اور نکاح۔ میراث۔ تعزیرات۔ اور بیع و شراء کے متعلق حد بندیاں۔ عید جمعہ۔ اور نماز مفروضہ۔ کسوف۔ خسوف اور استسقاء

کی جماعتیں۔ اور نماز جنازہ اور تراویح کے ادا کرنے کا طریق۔ علیٰ ہذا القیاس وہ قواعد جو عادات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائے۔ مثلاً طعام و شراب۔ اور ولادت اور موت کے آداب اور سنتیں۔ اور احکام جو جان و مال۔ ستر اور عزت کے محفوظ رکھنے اور منفعت کی چیزوں اور بدن کے متعلق شارع علیہ السلام نے ذکر کئے ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے نبی علیہ السلام کی زبان پر شروع کر دی ہیں۔ اور آپ کے تبعین کو ایمان کی محبت دے دی۔ اور اس کو ان کے دلوں میں عمدہ کر دکھلایا۔ اور انہیں اپنے فضل و کرم سے اس بات سے بھی بچا لیا۔ کہ گذشتہ امتوں کی طرح تمام کے تمام کسی گمراہی کے کام پر جمع ہو جائیں ۔

۱۲۔ امت محمدیہ کا گمراہی پر اجماع ممکن نہیں

چونکہ پہلی امتوں میں سے اگر کوئی امت گمراہ ہو جاتی۔ تو دوسرا نبی آکر اس کو ہدایت کرتا تھا۔ جیسا کہ ذیل کی آیتیں اس پر شاہد ہیں :۔

(۱) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

(۲) وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ

(۱) اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس بات کے سمجھانے کے لئے بھیجتے رہے ہیں۔ کہ لوگو! خدا کی عبادت کرو۔ اور شیطان سرکش کے اغوا سے بچتے رہو۔ (۲) اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی۔ کہ اس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو ۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے گذشتہ امتوں کے برخلاف آپ کی امت کو تمام کی تمام گمراہ ہونے سے معصوم گردانا۔ اور قدرت اور رحمت الٰہی نے یہ التزام کیا۔ کہ قیامت تک ہر ایک دور میں مسلمانوں کے اندر ایسے ارباب عزیمت ضرور پیدا ہوتے رہینگے۔ جو دنیا میں اعلان حق کرکے حجت کو قائم کرتے رہینگے۔ اسی وجہ سے کتاب اور سنت کی طرح اس امت کا کسی ایک بات پر اجماع کر لینا ہی حجت ہے۔ اور اسی لئے اس امت کے اہل حق یعنی اہل السنۃ والجماعۃ اہل باطل سے الگ اور ممتاز ہیں۔ جو اپنے زعم میں یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کتاب کے پابند ہیں۔ اور واقع میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سلف کے طریقہ سے اعراض کر رہے ہیں۔

۱۳۔ سنت کی پیروی کرنے اور باہمی اختلاف سے بچنے کی تاکید

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے آپ کے طریق کو دستور العمل بنانے اور آپس میں متفق رہنے کا حکم دیا ہے۔ فرقہ بندی اور اختلافات سے منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

(۱) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۲) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳) اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (۴) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (۵) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۶) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ۔ (۷) وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ (۸) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (۹) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (۱۰) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

(۱) جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا (۲) اور جو رسول ہم نے بھیجا اس کے بھیجنے سے ہمارا مقصود ہمیشہ یہی تھا کہ اللہ کے یعنی ہمارے حکم سے اس کا کہا مانا جائے۔ (۳) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اور تم کو تمہارے گناہ معاف کر دے۔ (۴) اے پیغمبر! تمہارے ہی پروردگار کی قسم ہے۔ کہ جب تک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تمہیں سے فیصلہ نہ کرائیں اور صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کر دو۔ اس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں۔ بلکہ دل و جان سے اس کو تسلیم کریں غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں۔ اس وقت تک ان کو ایمان سے بہرہ نہیں۔ (۵) اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ کے دین کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔ (۶) اور اے پیغمبر جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے۔ تم کو ان کے جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں (۷) اور ان جیسے

اَلْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

نہ بنو جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ اور اپنے پاس کھلے کھلے احکام آئے پیچھے لگے آپس میں اختلاف کرنے۔ (۸) ان لوگوں کو یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے یکطرفے ہو کر اس کی عبادت کریں۔ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور یہی ٹھیک دین ہے۔ (۹) یہی ہمارا سیدھا رستہ ہے۔ تو اسی پر چلے جاؤ۔ اور دوسرے رستوں پر نہ پڑ لینا۔ کہ یہ تم کو خدا کے رستے سے بھٹکا کر تتر بتر کر دینگے۔ (۱۰) ہم کو دین کا سیدھا رستہ دکھا۔ ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا۔ نہ ان کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ اور نہ گمراہوں کا +

۴۔ تشریح مغضوب علیہم اور ضالین اور فضیلت سورۃ فاتحہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک صحیح روایت میں آیا ہے۔ کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ سورۂ فاتحہ جس کا دوسرا نام اُم القرآن بھی ہے۔ اور جس جیسی عظیم الشان سورت نہ تو تورات۔ زبور۔ انجیل اور نہ قرآن میں کسی دوسری جگہ نازل ہوئی۔ اور جو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عرش عظیم کے نیچے کے خزانہ سے دی گئی ہے۔ اور جس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ ہم اس سے صراط مستقیم یعنی انعام والے لوگوں کے رستے کا سوال کریں۔ اور مغضوب علیہم یعنی یہود اور ضالین یعنی نصاریٰ کے غلط راستہ سے الگ رہنے کی دعا مانگیں +

۵۔ صراط مستقیم ہی کا دوسرا نام سنت والجماعۃ ہے

اور یہ صراط مستقیم خالص دین اسلام ہے۔ یہ وہی ہے۔ جو کتاب اللہ میں ہے اور یہی سنت والجماعۃ ہے۔ کیونکہ خالص سنت خالص دین اسلام ہے۔ اور اس بارہ میں آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ اصحاب سُنن اور مسانید مثلاً امام

احمدؒ۔ امام ابوداؤدؒ۔ اور امام ترمذیؒ وغیرہم سے روایت کی گئی ہے۔ کہ

۱۶ الحدیث ستفترق ہٰذہ الامۃ علی اثنین وسبعین فرقۃ

ستفترق ھٰذہ الامۃ علی اثنین وسبعین فرقۃ کلہا فی النار الا واحدۃ وھی الجماعۃ۔ یعنی اس امت کے بہتر فرقے ہو جائینگے۔ اور ایک فرقے کے سوا باقی سب دوزخ میں جائینگے۔ اور وہ ایک فرقہ وہ ہے جس کو جماعت کہا جاتا ہے۔ یا جیساکہ دوسری حدیث میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعیین کی ہے کہ من کان علی مثل ماانا علیہ الیوم واصحابی یعنی وہ فرقہ اس طریق پر عمل پیرا ہوگا۔ جو آج میرا اور میرے اصحاب کا ہے۔ اور اس فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کا باقی اسلامی فرقوں میں وہی حال ہے۔ جو اسلام کا باقی مذاہب کے مقابلہ میں ہے۔ اسلام باقی مذاہب میں متوسط مذہب ہے۔ اسی طرح یہ فرقہ باقی مسلمانوں کے فرقوں میں متوسط فرقہ ہے۔ چنانچہ ذیل میں بیان ہوتا ہے۔ کہ اہل اسلام کس طرح بمقابلہ دیگر مذاہب اپنے عقائد اور اعمال میں میانہ رَو ہیں ؛

۱۷۔ انبیاء اور صالحین میں توسط

مسلمانوں کا اعتقاد جو انبیاء۔ رسولوں اور اللہ کے صالحین بندوں کی نسبت ہے۔ وہ نہایت معتدل ہے۔ نہ نصارٰے کی طرح ان کی تعظیم میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے احبار و رہبان (علماؤ مشائخ) اور مسیح علیہ السلام کو خدا کے سوا رب ٹھیرا لیا۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے انہیں یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہ ان کے شرک کرنے سے پاک ہے۔ اور نہ یہود کی طرح ان کے حق میں تفریط کر کے ان کی ایذا کے درپے ہیں۔ کیونکہ یہود ناحق انبیاء علیہم السلام اور ان لوگوں کو جو انصاف قائم رکھنے کو کہتے تھے۔ قتل کر ڈالتے تھے۔ جب کبھی کوئی رسول اللہ کی طرف سے اُن

کے پاس ایسے احکام لاتا۔ جو ان کی خواہش نفسانی کے موافق نہ ہوتے۔ تو بعض رسولوں کو جھٹلا دیتے اور بعض کو قتل بھی کر دیتے۔ بلکہ مسلمان اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کی حمایت۔ مدد اور عزت کرتے ہیں۔ ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے جو نورِ ہدایت وہ لائے ہیں۔ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ نہ ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اور نہ اُن کو رب بناتے ہیں۔ وہ آیت ذیل کے پابند ہیں:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

کسی انسان کو تو یہ بات شایاں نہیں ہے۔ کہ خدا اس کو اپنی کتاب اور عقل سلیم اور پیغمبری عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو۔ بلکہ وہ تو یہی کہیگا کہ خدا پرست ہو کر رہو۔ اس لئے کہ تم دوسروں کو کتاب الٰہی پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے رہتے ہو۔ اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہیگا۔ کہ فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو۔ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ تم اسلام لا چکے ہو۔ اور وہ اس کے بعد تم کو کفر کرنے کو کہے +

۸۔ عیسےٰ علیہ السّلام کے بارہ میں توسط

علےٰ ہذا القیاس حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اہل ایمان کا اعتقاد اسی توسط پر مبنی ہے۔ نصاریٰ کی طرح نہ انہیں اللہ کہتے ہیں۔ نہ ابن اللہ۔ اور نہ ہی ثالث ثلاثہ یعنی تینوں میں کا ایک۔ اور نہ ہی یہود کی طرح ان کی رسالت سے انکار کرتے ہیں۔ نہ ہی مریم علیہا السلام کو (معاذ اللہ) زنا کا الزام لگا کر عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش کو خلاف حلال خیال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ صرف یہی کہتے ہیں۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں۔ جو مریمؑ کی طرف ڈالا گیا۔ جنہوں نے آخر عمر تک نکاح نہ کیا۔ اور دنیا کو چھوڑ کر ہر وقت اللہ ہی سے رشتہ

جوڑ رکھا تھا۔ نیز مسلمان عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ایک روح یقین کرتے ہیں ۔

۱۹۔ دین کے شرائع میں توسط

اسی طرح اہل ایمان دین کے شرائع میں بھی میانہ رو ہیں۔ یہود کی طرح اللہ کے لئے اس بات کو حرام نہیں جانتے۔ کہ وہ جو حکم چاہے۔ منسوخ کر دے۔ جسے چاہے۔ مٹا دے۔ اور جسے چاہے۔ بحال رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ان کے اعتراض نقل کئے:۔

(۱) سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا

(۱) جن لوگوں کی عقل ماری گئی ہے۔ وہ تو کہیں ہی گے کہ مسلمان جس قبلہ پر پہلے تھے اس پر سے ان کے مڑ جانے کی کیا وجہ ہوئی

(۲) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ ۔

(۲) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ قرآن جو خدا نے اتارا ہے۔ اس پر ایمان لے آؤ۔ تو جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم اسی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ جو ہم پر اتری۔ غرض اس کے علاوہ دوسری کتاب کو نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ قرآن سچا ہے۔ اور جو کتاب ان کے پاس ہے۔ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے ۔

نہ ہی نصارےٰ کی طرح انہوں نے اس امت کے اکابر علماؤ مشائخ کو اس بات کا مجاز سمجھا۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے دین میں تبدیلی پیدا کر سکیں۔ اور اپنی مرضی سے جس بات کے متعلق چاہیں۔ اس کے کرنے کا حکم دیں۔ اور جس چیز سے چاہیں۔ منع کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے متعلق فرمایا:۔

۲۰۔ ارباب من دون اللہ

اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ — اپنے مشائخوں اور مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ کو خدا بنا کھڑا کیا +

حدیث شریف میں آیا ہے :-

قال عدی ابن حاتم رضی الله عنه قلت یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) ما عبدوهم۔ قال ما عبدوهم ولکن احلوا لهم الحرام فاطاعوهم و حرموا علیهم الحلال فاطاعوهم

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے آیہ اتخذوا احبارهم الخ سن کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ نصاریٰ نے ان احبار و رہبان کی عبادت تو نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک عبادت تو نہیں کی تھی۔ لیکن احبار و رہبان نے جس حرام چیز کو حلال کہ دیا۔ انہوں نے فوراً مان لیا۔ اور جس حلال چیز کو حرام ٹھیرا دیا۔ اسے بھی تسلیم کر لیا +

بلکہ اہل ایمان تو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا ہی کی خلق ہے اور خدا ہی کا حکم ہے۔ جس طرح خدا کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اسی طرح اس کے سوا کوئی حکم کرنے والا نہیں۔ وہ تو سَمِعْنَا و اَطَعْنَا کہ چکے ہیں۔ اللہ کے ہر امر کی پیروی کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ ان الله یحکم ما یرید۔ اللہ تعالےٰ حکم کرتا ہے۔ جس کا ارادہ کرتا ہے۔ باقی رہا مخلوق کا معاملہ۔ تو مخلوق میں سے خواہ کتنی ہی بڑی ہستی ہو۔ اسے قطعاً اختیار نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کسی امر میں تبدیلی پیدا کر سکے +

۱۲۔ اللہ تعالےٰ کی صفات میں توسّط

اللہ تعالےٰ کی صفات کے بارہ میں بھی اہل اسلام کا اعتقاد درمیانہ ہے۔ یہود نے اللہ تعالےٰ کو مخلوق کی ناقص صفات کے ساتھ موصوف کیا۔ چنانچہ وہ کہتے تھے۔ کہ هُوَ فَقِيْرٌ وَنَحْنُ اَغْنِيَاءُ۔ اللہ تعالےٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ اور ید الله مغلولة۔ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ یعنی خرچ نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ مخلوق کو پیدا کرتے کرتے تھک گیا تو ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اور اسی قسم کی اور باتیں کہا کرتے تھے۔ ان کے برخلاف نصاریٰ نے مخلوق میں وہ صفات ثابت کیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ

خاص ہیں۔ ان کے خیال میں مخلوق کو بھی پیدا کرنے۔ رزق دینے۔ بخشش کرنے۔ رحم کرنے اور بندوں کی توبہ قبول کرنے اور ان کے اعمال پر ثواب دینے اور عذاب کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن مسلمانوں کا اعتقاد ان دونو باتوں کے درمیان ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی ہمنام نہیں۔ نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ ہی اس کی کوئی مثال ہے۔ الغرض وہ جہان کا رب اور ہر چیز کا خالق ہے۔ اس کے سوا کائنات عالم میں جو کچھ ہے۔ اس کا غلام اور اس کی طرف محتاج ہے ؎

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ؎

جتنی مخلوقات آسمان و زمین میں ہے۔ سبھی تو قیامت کے دن خدائے رحمان کے آگے اس کے غلام بن کر حاضر ہونگے۔ خدا نے ان کو اپنی قدرت کے احاطہ میں گھیر رکھا ہے اور ان سب کو گن بھی رکھا ہے۔ اور یہ سب قیامت کے دن اکیلے اکیلے اس کی جناب میں حاضر ہونگے ؎

۲۲۔ حلال اور حرام میں توسط

اسی طرح حلال اور حرام میں بھی مسلمانوں کا مذہب متوسط ہے۔ یہود کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم۔ یعنی یہودیوں کی ان شرارتوں کی وجہ سے ہم نے بہت سی پاک چیزیں حرام کر دیں۔ تاکہ دائرہ رزق ان پر تنگ ہو۔ چنانچہ وہ ناخن دار جانور مثلاً اونٹ۔ بطخ نہیں کھاتے۔ اور انتڑیوں اور گردوں کی چربی اور بکری کا شیرخوار بچہ وغیرہ بھی نہیں کھاتے علیٰ ہٰذا القیاس کھانے۔ پینے اور پہننے کی بہت سی چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔ چنانچہ مشہور منقولہ ہے۔ کہ یہود پر تین سو ساٹھ ۳۶۰ قسم کی چیزیں حرام ہیں۔ دوسری طرف ان پر جو احکام واجب کئے گئے۔ ان کی تعداد دو سو اڑتالیس ۲۴۸ ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہود پر کس قسم کا تشدد ہے۔ نجاسات کے متعلق بھی ان پر ایسا ہی تشدد ہے۔ حتیٰ کہ حیض والی عورت کے ساتھ کھانا پینا۔ اور ان کو گھر میں اپنے پاس رکھنا۔ ان

کے نزدیک ناجائز ہے۔ نصارے نے اس کے بالکل برعکس کیا۔ انہوں نے تمام پلید اشیا اور ہر ایک قسم کی حرام چیز کو حلال سمجھا۔ اور تمام نجاسات کو استعمال کیا۔ حالانکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے انہیں صرف یہی کہا تھا۔ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم یعنی تمہارے پاس میرے پیغمبر بن کر آنے سے ایک یہ بھی غرض ہے کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام ہیں۔ خدا کے حکم سے ان کو تمہارے لئے حلال کروں۔ قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالٰے نے نصارے کے خلاف ناراضگی ظاہر کی ہے۔ تو ان وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی حرام ٹھیرائی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھ کر ان کا استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ

اہل کتاب (مراد نصارے) جو نہ تو خدا کو مانتے ہیں جیسا کہ ماننے کا حق ہے۔ اور نہ روز آخرت کو۔ اور نہ اللہ تعالٰے اور اس کے رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے لڑو۔ یہاں تک کہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں +

لیکن مومنین کا طرز عمل حلت اور حرمت کے متعلق نہایت متوسط ہے۔ ان کا مسلک بہترین پیرایہ میں آیت ذیل میں درج ہے۔ فرمایا:۔

۲۳۔ نعت نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

ہماری جو رحمت ہے۔ وہ اہل نااہل سب چیزوں کو شامل ہے۔ تو ہم اس کو خاص کر ان لوگوں کے نام لکھ دینگے۔ جو پرہیزگاری اختیار کرینگے اور زکوٰۃ دینگے۔ اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لائینگے۔ جو ہمارے ان رسول نبی اُمّی محمدؐ کی پیروی کرتے ہیں۔ جن کی بشارت کو

لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہُوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُرے کام سے ان کو منع کرتے ہیں۔ اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں ۔ اور احکام سخت کے بوجھ جو ان کے سروں پر لدے ہوئے تھے۔ اور پھندے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ ان سب کو ان پر سے دور کرتے ہیں۔ تو جو لوگ ان پیغمبر محمدؐ پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی۔ اور ان کو مدد دی۔ اور جو نور ہدایت یعنی قرآن اِن کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اس کے پیچھے ہو لئے۔ یہی لوگ کامیاب ہیں +

۲۴۔ عقائد اور اعمال میں فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کا توسط

اہل اسلام کے توسط کے وجوہ بمقابلہ دیگر مذاہب مذکور ہو چکے۔ اس کے بعد یہ بیان ہو گا۔ کہ اسلام میں جس قدر فرقے موجود ہیں۔ ان سب میں اہل السنۃ والجماعۃ کا گروہ معتدل اور متوسط ہے۔ چنانچہ اس کی نظیریں ذیل میں درج ہیں +

۲۵۔ آیات۔ اسماء۔ صفات کے متعلق توسط

اللہ تعالےٰ کی آیات۔ اسماء اور صفات کے بارہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ متوسط ہے۔ اہل تعطیل اور اہل تمثیل دو نو فرقوں کے عقائد کے درمیان اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اہل تعطیل وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کے اسماء اور آیات میں الحاد سے کام لیتے ہیں۔ اور ان صفات کے حقایق کی نفی کرتے ہیں۔ جن کے ساتھ اللہ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے حتےٰ کہ اللہ کی ذات کو معدوم اور مردہ چیز سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اہل تمثیل وہ فرقہ ہے۔ جو اللہ کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اسے مخلوق سے تشبیہ دیتا ہے۔ لیکن اہل السنۃ

والجماعۃ اللہ کے ان تمام اوصاف پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن کے ساتھ اس نے اپنی ذات کو موصوف کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بیان فرمایا۔ نہ اس کی ذات کو صفات سے خالی خیال کرتے ہیں۔ نہ ہی اس کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور نہ ہی صفات کی کیفیت اور مثالیں بیان کرتے ہیں +

۲۶ خلق اور امر میں توسّط

علیٰ ہذا القیاس اہل السنۃ والجماعۃ اللہ تعالےٰ کے لئے خلق اور امر ثابت کرنے میں بھی متوسط ہیں۔ نہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی قدرت کی تکذیب کرتے ہیں۔ یعنی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کامل ہے۔ ہر امر کے ساتھ اس کی مشیت شامل ہے۔ ہر ایک چیز کا وہی خالق ہے۔ اور نہ ہی وہ ان لوگوں کی طرح ہیں۔ جو بندہ کو مشیت۔ قدرت اور عمل سے خالی سمجھ کر خدا کے امر و نہی۔ اور ثواب و عقاب کو معطل کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ایسا اعتقاد رکھ کر اللہ کے دین کی تخریب کر رہے ہیں۔ اور بمنزلہ ان مشرکین کے ہیں۔ جو کٹ حجتی کے طور پر کہتے تھے۔ لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ۔ یعنی اگر خدا چاہتا۔ تو ہم شرک نہ کرتے۔ اور نہ ہمارے باپ دادے ایسا کرتے۔ اور نہ کسی چیز کو از خود اپنے اوپر حرام کر لیتے۔" بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ بندوں کو ہدایت کر سکتا ہے۔ ان کے دلوں میں تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ جو کام وہ چاہے۔ ہو جاتا ہے۔ جو نہ چاہے۔ نہیں ہو سکتا۔ اس کی حکومت میں کوئی چیز واقع نہیں ہو سکتی۔ جو اس کے ارادے کے خلاف ہو۔ اور جس بات کے جاری کرنے کا وہ ارادہ کرے۔ اس کو وجود میں لانے سے بھی عاجز نہیں۔ بلکہ وہ تمام اشیاء۔ ان کی صفات اور افعال کا خالق ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ انسان میں کچھ نہ کچھ قدرت۔ مشیت۔ اور عمل موجود ہے۔ وہ انسان کو مختار کہتے ہیں۔ مجبور نہیں جانتے۔ کیونکہ مجبور اس کو کہتے ہیں۔ جو اپنی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے بندہ کو اپنے فعل میں با اختیار کیا ہے۔ اسے ارادہ بھی دیا ہے۔

اللہ تعالٰے جیسا خود انسان کا خالق ہے۔ اسی طرح اس کے اختیار کا بھی خالق ہے۔ اور خارج میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالٰے ایسی ذات ہے۔ کہ لیس کمثلہ شیئ کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ نہ ذات وصفات میں۔ اور نہ افعال میں +

۲۷۔ اسماء۔ احکام اور وعدہ و وعید میں توسّط

اسماء۔ احکام اور وعدہ و وعید کے بارہ میں بھی اہل السنۃ والجماعۃ کا طریق متوسط ہے۔ ان کا عقیدہ فرقۂ وعیدیہ اور مرجئہ کے درمیان ہے۔ اول الذکر وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے۔ کہ گناہ کبیرہ کے کرنے والے خواہ مسلمان ہی ہوں۔ ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ ان کو بالکل ایمان سے خارج سمجھتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے منکر ہے۔ مرجئہ وہ فرقہ ہے۔ جس کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ایمان فاسقین کا بھی انبیاء کے ایمان کی طرح ہے۔ ان کے نزدیک اعمال صالحہ دین کی جز نہیں ہیں۔ اور کلیتۂ وعید وعقاب کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن اہل السنۃ والجماعۃ کا ایمان ہے۔ کہ مسلمانوں میں جو لوگ فاسق ہیں اصل ایمان سے وہ بھی خالی نہیں۔ بلکہ ان کے دلوں میں بھی کچھ نہ کچھ ایمان ضرور ہوتا ہے۔ البتہ ان میں ایمان کی پوری مقدار نہیں ہوتی۔ جتنی کہ سیدھا جنت میں جانے کے لئے انہیں مستحق کر دینے کے واسطے ضروری ہو۔ ان کے نزدیک یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہینگے۔ بلکہ جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہوگا۔ وہ دوزخ سے نکالا جائیگا۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے اہل کبائر کے لئے تیار کر رکھا ہے +

۲۸۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں توسّط

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت بھی اہل السنۃ والجماعۃ کا رویہ فرقہ غالیہ اور جافیہ کے درمیان ہے۔ غالیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی تعظیم میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں۔ کہ ان کو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بڑھکر جانتے ہیں۔ وہ ان دونو جلیل

القدر صحابہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور صرف حضرت علیؓ کو ہی امام معصوم سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ نے فاسقانہ اور ظالمانہ رویہ اختیار کیا۔ یہ فرقہ صحابہؓ کے بعد باقی امت کو بھی کافر کہتا ہے۔ یہ لوگ کبھی کبھی حضرت علیؓ کو نبی اور خدا بھی کہنے لگ جاتے ہیں۔ جافیہ حضرت علیؓ کو کافر کہتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت عثمانؓ کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ ان دونو صحابیوں اور ان کے متبعین کا خون حلال جانتے ہیں۔ ان کو گالیاں دینا اور ان کی نسبت اس قسم کی بیہودہ گوئیاں کرنا مستحب سمجھتے ہیں۔ اور خاص کر کے حضرت علیؓ کی خلافت اور امامت میں بھی طعن کرتے ہیں +

الغرض اہل السنۃ والجماعۃ کے توسط اور اعتدال کی موٹی موٹی نظریں اوپر بیان ہو چکیں ان کے علاوہ سنت کی باقی جزئیات کے اتباع میں بھی یہ لوگ متوسط ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ کی کتاب۔ اس کے رسولؐ کی سنت اور اس بات پر کاربند ہیں۔ جس پر مہاجرین اور انصار جو سابقین اولین کے نام سے ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے سچّے پیروؤں نے اختیار کیا +

۲۹ فرقہ اہل السنّۃ والجماعۃ سے خطاب اول

یہاں تک لکھ کر حضرت شیخ الاسلام اہل السنۃ والجماعۃ کو یوں مخاطب فرماتے ہیں:-

اے گروہ اہل السنۃ والجماعۃ! اللہ تعالےٰ تمہیں صلاحیت عطا فرمائے! تم پر اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا احسان کیا۔ کہ تمہیں اسلام کی طرف منسوب کیا۔ جو اس کا سچا دین ہے مشرکین اور اہل کتاب اسلام سے نکل کر جن بدعات میں مبتلا ہو گئے۔ ان سے تمہیں بچا لیا۔ اسلام سب سے بڑی اور جلیل القدر نعمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کسی شخص سے اس دین کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرتا +

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین تلاش کرے۔ تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں ہو گا +

پھر اسی طرح اللہ تعالٰے نے تمہیں سنت کی طرف منسوب کر کے ان گمراہ کرنے والی اکثر بدعات سے بچا لیا۔ جن میں روافض۔ جہمیہ۔ خوارج اور قدریہ مبتلا ہیں۔ اور اس بات پر وُہ بُغض شاہد ہے۔ جو تمہارے دلوں میں اس شخص کی نسبت ہے۔ جو اللہ کے اسماء۔ صفات اور قضا و قدر کی تکذیب کرتا یا صحابہؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ ایسے لوگوں سے بُغض رکھنا ہی اہل السنۃ و الجماعۃ کا طریق ہے۔ اور یہ سب سے بڑا احسان ہے۔ جس پر اللہ نے کیا۔ اس لئے کہ یہ ایمان کو پورا اور دین کو کامل کرنے والا ہے+

۳۰۔ فرقہ اہل السنّۃ والجماعۃ میں کثیر التعداد اولیاءاللہ کا وجود

یہی وجہ ہے۔ کہ اہل صلاح اور دیندار۔ اور مخالفین اسلام سے لڑنے والے مجاہدین فی سبیل اللہ جس قدر تمہارے درمیان گذرے ہیں۔ اس قدر باقی بدعتی جماعتوں میں نہیں پائے گئے۔ اور تمہاری جماعت کی مسلمان ظفریاب فوجوں اور اللہ کے مؤید لشکروں میں ہمیشہ ایسے ارباب عزیمت رہے۔ جن کی ذات سے اللہ تعالٰے دین کو مدد اور مومنین کو غلبہ بخشتا رہا ہے علیٰ ہٰذا القیاس اہل زہد و عبادت کے اندر بھی تم میں سے ہی ایسے اشخاص گذرے ہیں۔ جو اپنے پاک احوال اور پسندیدہ طریقوں اور مکاشفات و تصرفات میں مشہور ہیں۔ اسی طرح تم میں وہ اولیاء متقین گذرے ہیں۔ جن کا ذکر خیر اب تک جاری ہے۔ چنانچہ بعض کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں:۔

حضرت شیخ الاسلام ابوالحسن علی ابن احمد بن یوسف قرشی ہکاری۔ حضرت شیخ عارف قدوہ عدی بن مسافر اموی۔ ان کے علاوہ وہ حضرات جنہوں نے ان دونو بزرگان دین کی پیروی کی۔ یہ بزرگانِ دین بزرگی۔ دینداری۔ صلاحیت اور اتباع سنت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالٰے نے ان کی قدر و منزلت کو بلند کیا۔ ان میں شیخ عدی قدس اللہ روحہٗ کا شمار تو اللہ کے بہت بڑے عبادت گذار صلحاء بندوں اور کتاب وسنت کے پابند مشائخ میں ہے۔ ان کے ایسے ایسے پاکیزہ احوال اور بلند مناقب ہیں۔ کہ اہل معرفت کے نزدیک روشن ہیں۔ اور امت میں ان کی شہرت۔ نیک نامی اور ذکر خیر کا چرچا ہے۔ جو عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ شیخ عدی سے منقول ہے۔ وہ اُن

کے پہلے بزرگوں مثلاً شیخ امام صالح ابو الفرج عبد الواحد بن محمد بن علی انصاری شیرازی دمشقی اور شیخ الاسلام ہکاری وغیرہ وغیرہ مشائخ کے عقیدوں کے خلاف نہیں۔ ان مشائخ کی اصولی باتیں اہل السنۃ کے بڑے بڑے اصول کے موافق ہیں۔ ان کی رفعت مقام اور بلندئے شان کا باعث ہی یہ ہے۔ کہ یہ بزرگان ملت اصول اہل السنۃ کی ترغیب اور ان کی طرف دعوت دیتے۔ ان کی نشرو اشاعت کا بحد اشتیاق رکھتے۔ ان کے خلاف کرنے والوں سے ہمیشہ الگ رہتے۔ اور علاوہ بریں ذاتی فضیلت۔ دینداری اور صلاحیت میں بھی پایۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے اور ان کے ہم مشرب اشخاص کے کلام میں اگرچہ بعض مرجوح مسائل اور ضعیف دلائل مثلاً غیر ثابت احادیث اور غیر موافق قیاسات پائے جاتے ہیں۔ جیساکہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں۔ لیکن عام طور پر جو اصول انہوں نے بیان کئے۔ صحیح اور پختہ ہیں۔

۳۱۔ نبیؐ کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں

اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ سوائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جس کا ہر قول مانا جائے۔ ضرور ہے۔ کہ کوئی قول قبول کیا جائیگا۔ اور کوئی ترک کیا جائیگا۔ خاص کرکے اس امت کے متاخرین لوگوں کا ہر قول کس طرح تسلیم کرلیا جائے۔ جو معرفت کتاب وسنت میں اس پختگی کی حد کو نہ پہنچ سکے۔ جو اس کے لئے ضروری ہے۔ اور صحیح اور ضعیف حدیث اور معقول اور غیر معقول قیاسات میں تمیز نہ کرسکے۔ خصوصاً جب کہ ان باتوں کے علاوہ خواہشات کے غلبہ۔ راؤں کی کثرت۔ اختلاف اور افتراق کے گہرا ہو جانے اور عداوت اور مخالفت کی بھی ملاوٹ ہو۔ کیونکہ یہ باتیں ایسی ہیں۔ کہ جہالت اور ظلم کو قوی کرتی ہیں۔ جو انسان کے اوصاف ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ یعنی اس ذمہ واری کو انسان نے اٹھالیا۔ کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے حق میں بڑا ہی ظالم تھا۔ اور ظالم ہونے کے علاوہ بڑا ہی نادان تھا۔

۳۲۔ علم اور عدل

اللہ تعالےٰ اس جہل و ظلم سے انسان کو تب ہی بچاتا ہے۔ جب کہ اسے علم اور عدل عطا فرمائے۔ قرآن شریف کی مفصلہ ذیل ہر دو آئتیں اس اصول کی تائید کرتی ہیں :۔

(۱) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

(۱) زمانہ کی قسم۔ کہ سارے ہی آدمی گھاٹے میں ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے۔ اور ایک دوسرے کو دین حق کی پیروی کی ہدایت بھی کرتے رہے۔ اور مصیبت میں صبر کی تلقین بھی کرتے رہے۔

(۲) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۔

(۲) اور ہم نے بنی اسرائیل میں دین کے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور یہ منصب امامت ان کو اس وقت ملا۔ جب کہ وہ کفار کی ایذاؤں پر صبر کئے بیٹھے رہے۔ اور اس کے علاوہ ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے +

۳۳۔ فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خطاب دوم

اے اہل السنۃ والجماعت ! اللہ تمہارے حال کی اصلاح فرمائے۔ تم پر مخفی نہ رہے۔ کہ جس سنت کا اتباع ضروری۔ اور جس کی پابندی کرنے والا قابل تعریف اور ترک کرنے والا مورد ذمّ ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت ہے۔ اعتقادات میں۔ عبادات میں۔ اور باقی تمام امور میں جو دیانت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سنت کا پتہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے چلتا ہے۔ جن میں آپ کے اقوال اور افعال کا ذکر آیا ہے۔ اور یہ کہ آپ نے فلاں قول اور فلاں عمل کو چھوڑ دیا۔ اور آپ کی احادیث کے بعد سابقین اولین اور ان کے پیچھے تابعداروں کے مسلک کا پتہ چلتا ہے +

—+—

۳۴- ائمہ حدیث و عقائد

آپ کی سنت اور سابقین اولین کے مسلک کی تفصیل اسلام کی معروف کتب حدیث میں موجود ہے۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم۔ سنن ابی داؤد اور نسائی۔ جامع ترمذی۔ موطا امام مالکؒ۔ مسند امام احمدؒ وغیرہ۔ ان کے علاوہ کتب تفاسیر اور مغازی۔ اور باقی کتب حدیث میں بھی حدیث کے ٹکڑے اور آثار مل سکتے ہیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے کی تقویت کرنے کی وجہ سے قابل استدلال ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل معرفت مقرر کر دئے ہیں۔ جو اس کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ نے دین کو اپنے بندوں کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے بارہ میں علماء کی متعدد جماعتوں نے احادیث مرویہ اور آثار صحابہؓ جمع کئے ہیں۔ مثلاً حماد بن سلمہ۔ عبدالرحمٰن بن مہدی۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی۔ اور عثمان بن سعید دارمی وغیرہ نے اپنے طبقات میں۔ اور امام بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں عقائد کے متعلق باب باندھے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ابوبکر اثرم۔ عبداللہ بن احمد۔ ابوبکر خلال۔ ابوالقاسم طبرانی۔ ابوشیخ اصبہانی۔ ابوبکر آجری۔ ابوالحسن دارقطنی۔ ابوعبداللہ بن مندہ۔ ابوالقاسم لالکائی۔ ابوعبداللہ بن بطہ۔ ابوعمر طلمنکی۔ ابونعیم اصبہانی۔ ابوبکر بیہقی۔ اور ابوذر ہروی نے بھی اس باب میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کتابوں میں ضعیف حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں۔ جنہیں اہل معرفت اچھی طرح جانتے ہیں +

۳۵- صحیح اور موضوع حدیث میں شناخت نہایت ضروری چیز ہے

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ بہت سے لوگوں نے اللہ کی صفات اور باقی اعتقادات اور عام دینی باتوں کے متعلق کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔ جو سراسر غلط اور موضوع

ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ بعض ایسی ہیں۔ کہ بالکل ہی باطل ہیں۔ ان کا زبان پر لانا بھی گناہ ہے۔ چہ جائے کہ وہ رسول اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جائیں۔ اور بعض ایسی ہیں۔ کہ وہ کسی بزرگ۔ کسی عالم یا کسی شخص کا اپنا قول ہوتا ہے۔ اور لا علمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ یہ باتیں گو صحیح ہوں۔ اور ان میں اجتہاد کی گنجائش ہو۔ لیکن کہنے والے کا اپنا مذہب ہوتا ہے۔ اور غلطی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اقوال ان لوگوں کے پاس زیادہ تر ہوتے ہیں۔ جو حدیث کی واقفیت نہیں رکھتے۔ مثلاً وہ مسائل جو شیخ ابو الفرج عبد الواحد انصاری نے سنّی اور بدعتی میں شناخت کرنے کے لئے وضع کئے ہیں۔ یہ مشہور مسائل ہیں۔ چنانچہ بعض جھوٹے لوگوں نے ان پر عمل کیا ہے۔ اور اپنے پاس سے ان کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر آپ کا کلام ٹھیرایا ہے۔ ادنے معرفت رکھنے والا شخص بھی فوراً تاڑ لیگا۔ کہ یہ مسائل محض جھوٹ اور افترا ہیں۔ یہ ایسے مسائل ہیں۔ کہ اگرچہ ان کا اکثر حصہ اصول سنت کے موافق ہے۔ تاہم ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی مخالفت کرنے والا مبتدع نہیں کہلاتا۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ رب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے کونسی نعمت پیدا کی ہے۔ یہ مسئلہ اہل السنۃ میں خود متنازع فیہ ہے۔ اور دراصل نزاع اس میں صرف لفظی ہے۔ اس لئے کہ اس کی بنا اس بات پر ہے۔ کہ آیا وہ لذت جس کے بعد رنج والم ہو۔ وہ واقع میں نعمت ہے یا نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس ان مسائل میں بہت سے ضعیف بھی ہیں +

لہٰذا ضروری امر ہے۔ کہ عقلمند شخص سچی اور جھوٹی حدیث میں تمیز کرے۔ اس لئے کہ سنّت حق بات کا نام ہے۔ باطل کا نام نہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں سنت صحیح احادیث کا نام ہے۔ موضوع احادیث کا نہیں۔ پس تمام اہل اسلام کے لئے بالعموم اور سنت کا دعوےٰ کرنے والوں کے لئے بالخصوص یہی ایک بڑی اصل ہے +

۳۶۔ خوارج اور اُن کے ساتھ قتال کا حکم

اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا دین زیادتی کرنے والوں اور کمی کرنے والوں

کے درمیان ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ کے ہر امر میں شیطان نے دو راستے پیش کئے ہیں کسی ایک میں کامیاب ہو جائے۔ تو اس کا مطلب حل ہو جاتا ہے۔ ایک راہ افراط کا ہے۔ دوسرا تفریط کا۔ تو چونکہ اسلام ایسا مذہب ہے۔ کہ اس کے بغیر کوئی مذہب اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔ لہٰذا شیطان نے بہت سے مسلمانوں کو روکا۔ جو اس مذہب کی طرف منسوب ہیں۔ یہاں تک کہ اُنہیں اسلام کے بڑے بڑے اصول سے نکال کر باہر کر دیا۔ بلکہ اس امت کے بڑے بڑے عبادت گذار اور اہل ورع گروہوں کو کُلیۃً اسلام سے باہر نکال دیا۔ کہ وہ اس سے اس طرح کورے کے کورے نکل گئے۔ جس طرح کہ تیر شکار سے بغیر خون آلودہ ہونے کے پار ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے لڑائی کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ صحاح اور دیگر کتب میں امیرالمومنین حضرت علیؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ سہیل بن حنیفؓ۔ ابو ذر غفاریؓ۔ سعد ابن ابی وقاصؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن مسعودؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتہم و صیامہ مع صیامہم وقراءتہ مع قراءتہم یقرءون القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ اینما لقیتموھم فاقتلوھم فاقتلوھم فان فی قتلہم اجرا عند اللہ لمن قتلہم یوم القیمۃ لئن ادرکتہم لاُقتلنّہم قتل عاد وفی روایۃ شرُّ قتلی تحت ادیم السماء خیر قتلی من قتلوہ وفی روایۃ لو یعلم الذین یقاتلونہم ما زوی لہم علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم لنکلوا عن العمل۔

یعنی بظاہر یہ ایسے عبادت گذار ہونگے کہ تم اہل السنۃ والجماعۃ اپنی نماز۔ روزے اور قراءت کو ان کی نماز۔ روزے اور قراءت کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے لیکن فی الواقع ایسے ہونگے۔ کہ قرآن پڑھینگے۔ لیکن حلق سے نیچے نہیں اتریگا۔ اسلام سے اس طرح کورے کے کورے نکل جائینگے۔ جس طرح تیر شکار سے بغیر خون آلودہ ہونے کے پار ہو جاتا ہے۔ جہاں کہیں تم ان سے ملو انہیں قتل کرو۔ یا ان کے ساتھ جنگ کرو۔ کیونکہ جو شخص انہیں قتل کریگا۔ اللہ کے ہاں قیامت کے دن اس کا اجر پائیگا۔ اگر میں اپنی زندگی میں ان کو پاؤں۔ تو اس ذلت کے ساتھ انہیں قتل کروں جس طرح کہ قوم عاد قتل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ جتنے لوگ آسمان کے نیچے قتل ہوئے۔ ان سب میں بدتر خوارج ہیں۔ اور جن مسلمانوں کو خوارج قتل کرینگے۔ وہ تمام مقتولین میں بہتر ہونگے۔ ایک

اور روایت میں ہے۔ کہ جو مسلمان خوارج سے لڑتے ہیں۔ انہیں اگر معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ کے ہاں ان کے لئے کس قدر اجر جمع کیا گیا ہے۔ تو اور عمل کرنے سے رک جائیں +

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جب ان لوگوں نے خروج کیا۔ تو حضرت علیؓ نے خود بھی۔ اور ان کے سمیت باقی صحابہؓ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور اس میں رغبت بھی دلائی تھی۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے پر تمام ائمہ اہل اسلام کا اتفاق ہے +

۳۷۔ روافض سے قتال

یہ جنگ و قتال جس کا حکم فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کو دیا گیا۔ صرف خوارج کے ساتھ ہی خاص نہیں۔ بلکہ بدعات مخالفہ اور گمراہ کن خواہشات کے پابند فرقوں میں سے جو شخص بھی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی شریعت سے علیحدگی اختیار کرے۔ اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک واجب ہے۔ یہی وجہ تو تھی۔ جس کی خاطر مسلمانوں نے رافضیوں سے لڑائیاں کیں۔ جو درحقیقت خوارج سے بھی بدتر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو جمہور مسلمانوں مثلاً خلفائے ثلاثہ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں۔ اور اپنے سوا تمام اہل اسلام کی تکفیر کے قائل ہیں۔ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ کہ آخرت میں اللہ کا دیدار ہو گا۔ یا اس کی صفات اور قدرت کاملہ اور مشیت شاملہ پر ایمان رکھتا ہو۔ یا ان کی مخترعہ بدعات کا مخالف ہو۔ مثلاً پاؤں پر مسح کرنا اور موزوں پر نہ کرنا۔ افطار کے وقت اور نماز کو اتنا مؤخر کرنا کہ ستارے نکل آئیں۔ بغیر عذر کے نمازوں کو جمع کرنا۔ پانچوں نمازوں میں ہمیشہ قنوت پڑھنا کھیتی کو اور اہل کتاب اور باقی مسلمانوں کے ذبح کردہ جانوروں کو حرام سمجھنا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اپنے سوا باقی جس قدر مسلمان ہیں۔ سب کافر ہیں۔ غرض جو شخص ان کی خود ساختہ بدعات کا پابند نہ ہو۔ ان سب کو کافر کہتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں ایسے سخت الفاظ بولتے ہیں۔ کہ اس موقع پر ان کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں۔ اسی قسم کے اور کئی ناجائز کلمات بولتے ہیں۔ پس ان وجوہات کی بنا پر

اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم سے مسلمانوں نے روافض سے بھی قتال کیا۔

۳۸۔ اسلام سے بے بہرہ رہنا اور سنت کا دعوےٰ کرنا

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو اسلام کا دعوےٰ کرنے کے باوجود اسلام سے بالکل کورے کے کورے نکل گئے۔ اور جن کی ظاہری عبادت کے ہوتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ موجودہ زمانہ میں بھی ایسے لوگ یقیناً موجود ہیں۔ جو اسلام اور سنت کی طرف منسوب ہونے کے باوجود ان سے کلیتہً خارج ہیں۔ حتےٰ کہ وہ شخص بھی اہل السنۃ ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ جو ہرگز اس کا اہل نہیں۔ بلکہ اس سے نکل کر دور جا پڑا ہے۔ اور اس دور جا پڑنے کے مختلف اسباب ہیں۔ جو نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

۳۹۔ سببِ اوّل۔ غُلوّ فی الدّین

سب سے پہلا سبب غُلوّ ہے۔ یعنی دین کے معاملہ میں افراط کا راستہ اختیار کرنا۔ جس کی مذمت اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

(۱) يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ۔ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ إِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م	(۱) اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد اعتدال سے تجاوز یعنی افراط و تفریط نہ کرو۔ اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو۔ حق بات تو اتنی ہی ہے۔ کہ مریمؑ کے بیٹے عیسےٰ مسیح بس اللہ کے ایک رسول ہیں۔ اور خدا کا حکم جو اس نے مریمؑ کی طرف کہلا بھیجا تھا۔ اور وہ

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا (۲) قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ۔

ایک روح تھی۔ جو خاص خدا کی طرف سے دنیا میں آئی۔ تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین خدا نہ کہو۔ اس سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بس اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے۔ کہ اس کے کچھ اولاد ہو۔ اسی کا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ سب کا کارساز بس ہے۔ (۲) اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق ناروا زیادتی نہ کرو۔ اور نہ ان لوگوں کی خواہشوں پر چلو۔ جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور بہتیروں کو گمراہ کر چکے ہیں۔ اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں +

صحیح حدیث میں ہے:-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والغلو فی الدین فانما اھلک من کان قبلکم الغلو فی الدین۔ یعنی دین میں زیادتی کرنے سے بچو۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا +

۴۰۔ سبب دوم۔ اختلاف اور تفریق

دوسرا سبب وہ اختلاف اور تفریق ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے قرآن شریف میں کیا ہے +

۴۱۔ سبب سوم ظن و ہوٰی اور جہل و ظلم

تیسرا سبب وہ احادیث ہیں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جاتی ہیں۔ لیکن تمام اہل معرفت نے ان کے موضوع ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ جاہل شخص ایسی حدیثیں سنتا ہے۔ اور اپنے ظن و خواہشات نفسانی کے مطابق پاکر ان کی تصدیق بھی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور سب سے بڑی گمراہی ظن اور ہوٰے

کی پیروی کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اہل ظن و ہوئے کی مذمت یوں بیان فرمائی ہے:

اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ۔ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰی

یہ لوگ تو بس اٹکل اور نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

اور اس سورت میں جہاں اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی اور کجی سے بری ثابت کیا ہے۔ آپ کی نسبت یوں فرمایا:۔

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی

لوگو! ہم کو شہاب ستارے کی قسم جب وہ آسمان سے ٹوٹتا ہے۔ کہ تمہارے رفیق محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ تو راہ راست سے بھٹکے اور نہ بہکے۔ اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں بلکہ یہ قرآن جو پڑھ کر سناتے ہیں۔ وحی آسمانی ہے۔ جو ان پر نازل ہوتی ہے۔

اس گمراہی اور کجی کا نام جہل اور ظلم ہے۔ پس گمراہ وہ ہے۔ جو حق کو نہیں پہچانتا۔ اور کجرو وہ ہے۔ جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے۔ اس آیت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بھی تبلا دیا۔ کہ آپ کا کلام ہوائے نفسانی نہیں۔ بلکہ سراسر وحی ہے۔ اس طرح کہ آپ کو علم کے ساتھ متصف اور ہوائے نفسانی سے بری کیا۔

۴۲۔ باطل کے جامع اصول

اس مقام پر باطل کے ان جامع اصول کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔ جو سنت کی طرف منسوب ہونے والی جماعتوں نے خود اختراع کئے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ سنت سے خارج ہو کر بڑے بڑے ظالموں کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ پہلا اصل وہ احادیث ہیں۔ جو ان لوگوں نے

خدا کی صفات کے متعلق روایت کی ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی مسلمہ کتب حدیث میں ان کا وجود نہیں۔ اور ہم قطعی یقین سے کہ سکتے ہیں۔ کہ وہ محض کذب اور بہتان بلکہ کفر شنیع ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ اس قسم کی کفر کی باتیں بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کی دلیل میں وہ کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ چنانچہ چند احادیث جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہیں۔ ذیل میں درج کی جاتی ہیں +

۴۳۔ حدیث ان اللہ ینزل عشیۃ عرفۃ علی جمل اورق

مثلاً یہ کہ اللہ تعالےٰ نے یوم عرفہ کو پچھلے پہر خاکستری اونٹ پر سوار ہو کر زمین پر نزول کرتا ہے۔ سواروں کے ساتھ مصافحہ۔ اور پیدل چلنے والوں کے ساتھ معانقہ کرتا ہے۔ (ان اللہ ینزل عشیۃ عرفۃ علی جمل اورق یصافح الرکبان ویعانق المشاۃ) یہ بڑے سے بڑا کذب ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول پر باندھا جا سکتا ہے۔ اور ایسا افترا باندھنے والا تمام افترا باندھنے والوں سے بدتر ہے۔ علمائے مسلمین میں سے قطعاً کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔ بلکہ علمائے مسلمین اور اہل معرفت تمام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ یہ حدیث محض بہتان ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر باندھا گیا ہے۔ ابن قتیبہ اور دیگر علمائے دین کہتے ہیں۔ کہ اس قسم کی حدیثیں کفار اور زندیق لوگوں نے اہل حدیث پر الزام کھڑا کرنے کے لئے وضع کی ہیں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اہل حدیث ایسی ایسی باتوں کے قائل ہیں +

۴۴۔ حدیث رای رسول اللہ صلعم ربہ یمشی وعلیہ جبۃ صوف

اسی طرح وہ حدیث ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ حین افاض من مزدلفۃ یمشی امام الحجیج وعلیہ جبۃ صوف۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے

روانہ ہوتے وقت خدا کو کالا جبہ پہنے ہوئے دیکھا۔ کہ حاجیوں کے آگے آگے جا رہا ہے۔ اس قسم کے اور بہت سے بہتان اور افترا ہیں جو ان لوگوں نے اللہ پر باندھ رکھے ہیں۔ جس کو کچھ بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے متعلق علم ہے۔ وہ ایسی باتوں کے بیان کرنے کی ہرگز جراءت نہیں رکھتا۔ وہ حدیث بھی علیٰ ہذا القیاس تمام علماء کے نزدیک غلط ہے۔ جس میں آیا ہے۔ کہ ان اللہ یمشی علی الارض فاذا کان موضع خضرۃ قالوا ھٰذا موضع قدمیہ۔ یعنی اللہ عز وجل زمین پر چلتا ہے۔ جہاں کہیں یہ لوگ سرسبز زمین پاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ اللہ کے قدموں کے نشان ہیں۔ اور اس کی تائید میں یہ آیت پڑھتے ہیں۔ فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا۔ اللہ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو۔ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے۔ رحمت کی نشانیوں سے مراد اللہ کے قدموں کے نشان نہیں۔ بلکہ وہ نباتات ہے۔ جو اللہ کی رحمت یعنی بارش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اللہ نے لفظ آثار رحمۃ اللہ فرمایا۔ نہ کہ آثار خطی اللہ۔ جس کے معنی اللہ کے قدم ہیں۔ الغرض بہت سی ایسی موضوع حدیثیں ملتی ہیں۔ جن میں بعض میں لکھا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے طواف کرتے ہوئے اللہ کو دیکھا۔ بعض میں آیا ہے۔ کہ مکہ کے باہر اور بعض روایات کے مطابق مکہ کی گلیوں میں دیکھا۔ اس قسم کی تمام حدیثیں غلط ہیں۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس زمین پر پروردگار کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ثابت ہوتا ہے۔ تمام اہل اسلام اور ان کے علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ علمائے مسلمین میں سے کسی نے نہ ایسی بات کہی اور نہ کسی نے ان سے ایسا روایت کیا +

۵۴۔ کیا رسول اللہ صلعم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا

صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کہ آیا آپ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں۔ ابن عباسؓ اور اکثر علمائے اہل السنۃ کے نزدیک یہ ہے

کہ آپ نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ حضرت عائشہ رضؓ اور علما کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے اس بارہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی کچھ بھی منقول نہیں۔ نہ ہی انہوں نے آپ سے اس کے متعلق کچھ دریافت کیا +

اور یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے۔ کہ جب اس کے متعلق حضرت ابوبکر رضؓ نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے جواب میں "ہاں" فرمایا۔ اور عائشہؓ کو نفی میں جواب دیا تو یہ سراسر غلط اور موضوع ہے۔ علما کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی وجہ سے قاضی ابو یعلیٰ نے ذکر کیا ہے۔ کہ امام احمدؒ سے اس بارہ میں مختلف روائتیں منقول ہیں۔ ایک میں یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالےٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ دوسری میں ہے۔ کہ دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ تیسری میں کہا۔ کہ دیکھا ہے۔ مگر یہ ذکر نہیں کیا۔ کہ ظاہری آنکھوں سے یا دل کی آنکھوں سے +

۴۶۔ حدیث رایت ربی فی صورۃ کذا وکذا

البتہ وہ حدیث جسے اہل علم نے ابن عباسؓ اور ام الطفیل رضؓ وغیرہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو اچھی صورت میں دیکھا ہے۔ (رایت ربی فی صورۃ کذا وکذا) اور جس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ تو اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ لیکن یہ معراج کے متعلق نہیں۔ یہ تو اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب آپ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لئے کہ اس میں منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ سوئے رہے۔ اور صبح کی نماز میں دیر ہوگئی۔ جب بیدار ہوئے۔ تو گھر سے باہر نکل کر لوگوں کے سامنے آئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ اس حدیث کے راوی مثلاً ام الطفیل رضؓ وغیرہ ایسے لوگ ہیں۔ جنہوں نے مکہ میں نہیں۔ بلکہ مدینہ میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اور معراج کا واقعہ جیسا کہ قرآن اور متواتر حدیث اور اہل علم کا اتفاق ہے۔ مکہ میں پیش آیا۔ چنانچہ فرمایا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ یعنی وہ خدائے پاک ہے۔ جو اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک لے گیا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں ایک خواب کا واقعہ ہے۔ جو مدینہ میں پیش آیا۔ نہ بیداری کا۔ جیسا کہ اس روایت کے متعدد طریقوں میں اس کی تفسیر آچکی ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ انبیاؑ کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے۔ بایں ہمہ یہ وہ واقعہ نہیں جو بحالت بیداری شب معراج میں پیش آیا۔ تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ زمین پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالےٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ علیٰ ہٰذا القیاس اللہ تعالےٰ کا زمین پر اترنا بھی بالکل غلط ہے +

۴۷۔ حدیث اِنَّ اللہ یدنو عشیہ عرفۃ

اس بارہ میں صحیح احادیث صرف یہی ہیں۔ کہ ان اللّٰہ ید نوا عشیۃ عرفۃ وفی روایۃ الی سمآء الدنیا کل لیلۃ حین یبقی ثلث اللیل الاٰخر فیقول من ید عونی فاستجیب لہ من یسألنی فاعطیہ من یستغفرلی فاغفرلہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ یوم عرفہ کو پچھلے پہر قریب ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ ہر رات کے آخری تیسرے حصہ میں پہلے آسمان کے قریب ہوتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ کون ہے۔ جو مجھ سے دعا مانگے۔ تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے۔ تاکہ میں اس کا سوال پورا کروں۔ اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے۔ کہ میں اس کے گناہ بخشوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ یوم عرفہ کو پچھلے پہر پہلے آسمان پر آکر اہل عرفہ کے متعلق فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہؤا فرماتا ہے۔ کہ میرے بندوں کو دیکھو۔ کس طرح پراگندہ بال بناکر اور غبار آلودہ ہو کر آئے ہیں۔ یہ کیا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث شعبان کے مہینے کی درمیانی رات کے بارہ میں بھی ہے بشرطیکہ صحیح ہو۔ کیونکہ اس کی صحت کے متعلق اہل علم نے گفتگو کی ہے +

۴۸۔ حدیث حرا۔ نزول اور فترۃ وحی

اور وہ حدیث جس میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غار حرا سے اترے تو اللہ تعالٰے زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر آپ کے سامنے ظاہر ہوا۔ بالاتفاق اہل علم غلط ہے۔ بلکہ صحاح میں ہے۔ کہ آپ کے سامنے جو شئے ظاہر ہوئی تھی۔ یہ تو وہی فرشتہ تھا۔ جو پہلی مرتبہ آپ کے پاس حرا میں ظاہر ہوا۔ اور آپ سے کہا۔ پڑھ۔ آپ نے ان پڑھ ہونے کا عذر پیش کیا۔ اس پر فرشتے نے آپ کو پکڑ کر اس قدر دبایا۔ کہ آپ کو حد درجہ کی مشقت محسوس ہوئی۔ پھر کہا۔ پڑھ۔ آپ نے وہی عذر پیش کیا۔ پھر بدستور سابق دبایا اور کہا

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

اپنے پروردگار کا نام لے کر قرآن پڑھ۔ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ قرآن پڑھ اور خدا پر بھروسہ رکھ۔ کہ تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے آدمی کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھلایا۔ اس نے وحی کے ذریعہ سے بھی انسان کو وہ باتیں سکھلائیں۔ جو اسے معلوم نہ تھیں +

یہ تو اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب کہ پہلی مرتبہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اس کے بعد فترۃ وحی کے متعلق بیان کرتے کرتے آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دن جا رہا تھا۔ ناگاہ میں نے ایک آواز سُنی۔ اوپر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ حدیث حضرت جابرؓ سے صحیحین میں اسی طرح آئی ہے۔ اور اس میں صاف تصریح ہے۔ کہ آپ نے فرشتہ کو دیکھا تھا جو پہلی دفعہ حرا میں آپ کے پاس آیا تھا۔ نہ کہ خدائے تعالٰے کو۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ کہ آپ اس سے ڈر بھی گئے تھے۔ اس میں جو بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ تو اس وجہ سے کہ بعض روایات میں ملِک کا لفظ لام کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ملِک سے مراد خدا ہے۔ مگر یہ روایت غلط اور باطل ہے +

۴۹۔ حدیث دجال

الغرض باتفاق علمائے اہل حدیث وغیرہم وہ تمام حدیثیں غلط ہیں۔ جن میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تو آپ کی خاطر زمین پر اتر آیا۔ یا یہ کہ جنت کے باغ اللہ کے قدموں کے نشان ہیں۔ یا یہ کہ اس نے بیت المقدس کے پتھر پر اپنا قدم رکھا +

اسی طرح جو شخص یہ دعوٰے کرے۔ کہ اس نے خدا کو موت سے پہلے اسی دنیا کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تو اس کا یہ دعوٰے باتفاق علمائے اہل السنۃ والجماعۃ غلط ہے۔ کیونکہ ان کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ کوئی ایماندار اپنی موت سے پہلے آنکھوں کے ساتھ خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ دجال والی حدیث جو صحیح مسلم میں نواس بن سمعانؓ سے روایت کی گئی ہے۔ اس پر شاہد ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعلموا ان احدا منکم لن یری ربہ حتٰی یموت۔ یعنی جان لو۔ کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے رب کو موت سے پہلے نہیں دیکھ سکیگا یہ دجال والی حدیث مختلف طریق سے روایت کی گئی ہے۔ ہر ایک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فتنہ دجال سے ڈرایا ہے۔ اور یہ بات واضح کردی ہے۔ کہ اگر تم دجال کو دیکھو۔ تو ہرگز گمان نہ کرو۔ کہ یہ خدا ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص بھی موت سے پہلے خدا کو نہیں دیکھ سکیگا +

۵۰۔ مشاہدہ اور وجدان

یہاں پر اگر سوال کیا جائے۔ کہ عبادت الٰہی کا نتیجہ اگر دنیا میں دیدار الٰہی نہیں ہے تو اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ جس کے ساتھ اس کے عبادت گذار بندوں کے دل مطمئن ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دنیا میں اہل یقین اور اللہ کے عبادت گذار بندوں کو بعض چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً معرفت الٰہی۔ یقین قلب

اور اس کے مشاہدات اور تجلیات۔ اور ان کے الگ الگ مدارج اور مراتب ہیں۔ جیسا کہ جبرئیلؑ والی حدیث میں ہے۔ کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ احسان کسے کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ احسان یہ ہے۔ کہ ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك۔ یعنی تو اللہ کی عبادت اس طرح خشوع و خضوع کے ساتھ کرے گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو۔ تو کم از کم یہ خیال تو دل میں ضرور ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔

۵۱۔ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے

ہاں یہ بات ہے۔ کہ ایماندار شخص اپنے رب کو اپنے ایمان اور یقین کے مطابق مختلف صورتوں پر دیکھتا ہے۔ اگر اس کا ایمان صحیح ہے۔ تو اچھی صورت میں اور اگر اس میں کچھ نقص ہے۔ تو اسی کے مطابق ناقص صورت میں دیکھتا ہے۔ اور جو چیز خواب میں دکھلائی دیتی ہے۔ اسے وہ صریح حکم نہیں دیا جا سکتا۔ جو حالت بیداری میں حقیقی طور پر دکھلائی دینے والی چیزوں کو دیا جا سکتا ہے۔ خواب میں اصلی واقعات نہیں دکھلائی دیتے البتہ ان کی مثالیں اور نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے اصلی واقعات کی تاویل اور تعبیر ہو سکتی ہے۔

۵۲۔ رویت کی بجائے جو دوسری چیز حاصل ہوتی ہے

علاوہ بریں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگوں کو حالت بیداری میں بھی بعض چیزیں دکھلائی دیتی ہیں۔ جیسے کہ سونے والوں کو نیند میں نظر آتی ہیں۔ گویا وہ اپنے دل میں عالم بیداری میں ہی خواب کی سی کیفیت محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی کبھی انسان پر حقائق اشیا اس صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ کہ وہ ان کا دل سے مشاہدہ کرتا ہے۔ بس اتنی باتیں تو دنیا میں رہ کر بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔ کبھی کبھی انسان کا دل کسی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے حواس اس صورت کو اس طرح ضبط

کر لیتے ہیں۔ کہ وہ مشاہدہ قلبی اس انسان پر غالب آجاتا ہے۔ تو اُسے گمان ہونے لگتا ہے۔ کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس چیز کا مشاہدہ کیا۔ لیکن جب اس عالم فنا سے قدرے باہر نکلتا ہے۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تو ایک قسم کی نیند کی حالت تھی۔ اور کبھی کبھی اس بیہوشی میں انسان سمجھ بھی لیتا ہے۔ کہ وہ بیہوشی میں ہے۔ تو عبادت گذار آدمی پر جو دلی مشاہدہ اس قدر غالب آجاتا ہے۔ کہ وہ اپنے حواس کے شعور سے یک لخت فنا ہو جاتا ہے۔ اور گمان کرنے لگتا ہے۔ کہ یہ مشاہدہ عینی ہے۔ تو یہ اس کا گمان غلط ہوتا ہے۔ متقدمین یا متاخرین میں سے اگر کسی نے اس قسم کا کوئی دعوے کیا۔ کہ اس نے اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا۔ تو اس کا دعوے اہل علم اور ایمان کے اجماع سے باطل ہے ؎

۵۳۔ عرصات قیامت اور جنت میں اللہ کا دیدار ہو گا

ہاں۔ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھنا بھی اہل ایمان کو جنت میں اور عام لوگوں کو عرصات قیامت میں نصیب ہو گا۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث اس بارہ میں آئی ہیں۔ فرمایا۔

انکم سترون ربکم کما ترون الشمس فی الظهیرة لیس دونها سحاب و کما ترون القمر لیلة البدر صحوا لیس دونه سحاب	تم اپنے رب کو عنقریب اس طرح دیکھو گے جس طرح صاف آسمان میں دوپہر کے سورج کو دیکھتے ہو۔ اور جیسا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان پر تم کو نظر آتا ہے جب

کہ اس کے سامنے بادل نہ ہوں۔ نیز فرمایا۔

جنات الفردوس اربع۔ جنتان من ذهب آنیتهما وحلیتهما وما فیهما و جنتان من فضة آنیتهما وحلیتهما و ما فیهما وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربهم الا رداء الکبریاء علی وجهه فی	جنت فردوس چار ہیں۔ جن میں دو جنتوں کے برتن اور زیور اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب سونے کا ہے۔ اور باقی دونو کے برتن اور زیور اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب چاندی کا ہے۔ بندوں کے درمیان اور دیدار الٰہی کے

جنۃ عدن درمیان اگر کوئی چیز حائل ہے تو کبریائی کی چادر ہے۔ جو اس کے چہرہ پر جنت عدن میں ہے۔ اور فرمایا۔

اذا دخل اہل الجنۃِ الجنۃ نادی مناد یا اہل الجنۃ ان لکم عند اللّٰہ موعدا یرید ان ینجزکموہ فیقولون ماھو۔ الم یبیض وجوھنا ویثقل موازیننا و یدخلنا الجنۃ ویجرنا من النار فیکشف الحجاب فینظرون الیہ فما اعطاھم شیئًا احب الیہم من النظر الیہ وھی الزیادۃ

جب جنت والے جنت میں داخل ہونگے۔ تو ایک پکارنے والا پکاریگا۔ کہ اے اہل جنت! اللہ کے ہاں تمہارا ایک وعدہ ہے۔ وہ اسے پورا کرنا چاہتا ہے۔ کہینگے وہ کیا ہے۔ جبکہ اس نے ہمارے چہروں کو بھی روشن کیا۔ ہمارے تول بھی بھاری کردئے۔ اور ہمیں جنت میں داخل کیا۔ اور دوزخ سے بچا لیا۔ تو اور کونسا وعدہ ہے جو اس کے ذمے باقی رہ گیا ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ حجاب اٹھالیگا۔ تو لوگ اُسے دیکھنے لگینگے۔ اس وقت وہ محسوس کرینگے کہ اللہ تعالےٰ نے جس قدر نعمتیں انہیں پہلے عطا فرمائی تھیں۔ ان سے کہیں بڑھ کر نعمت دیدار الٰہی ہے۔ جس کا دوسرا نام قرآن شریف میں زیادۃ آیا ہے+

یہ احادیث کتب صحاح میں موجود ہیں۔ اور ان کی صحت اور قبولیت پر ائمہ سلف کا اتفاق ہے+

۵۴۔ رویت باری تعالےٰ میں افراط اور تفریط

رویت باری تعالےٰ کے ثبوت میں جو احادیث اوپر بیان ہوئیں۔ ان کی تکذیب یا تحریف سوائے جہمیّہ اور ان کے متبعین۔ معتزلہ۔ رافضہ وغیرہم کے جو خدا کی صفات اور اس کی رویت کے منکر ہیں۔ اور کوئی فرقہ نہیں کرتا۔ اور یہ دراصل معطلہ ہیں۔ جو اشرّ مخلوقات میں سے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا دین ان دونو جماعتوں کی تکذیب اور غلوّ کے درمیان ہے۔ پہلی جماعت ان تمام باتوں کا انکار کرتی ہے۔ جو آخرت میں دیدار الٰہی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ دوسری جماعت کا دعوےٰ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا دیدار انسانی آنکھوں کے ساتھ دُنیا میں ہو

سکتا ہے۔ اور یہ دونو باطل ہیں۔ جو لوگ اسے دنیا میں اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھنے کا دعوٰے کرتے ہیں۔ وہ سب گمراہ ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اور اگر اس سے ایک درجہ اور بڑھ کر یہ کہنے لگیں۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کو خاص صورتوں مثلاً کسی نیک آدمی یا بے ریش انسان یا کسی بادشاہ وغیرہ کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ تو اس صورت میں ان کا کفر اور گمراہی اور بھی بڑھ جائیگی۔ اور ایسا خیال کرنے میں نصارٰے سے بھی بدتر ہونگے۔ جو کم از کم یہ تو مانتے ہیں۔ کہ انہوں نے اللہ کو پیغمبر یعنی عیسٰےؑ بن مریم کی صورت میں دیکھا۔ بلکہ یہ لوگ آخری زمانہ کے دجال کے پیروؤں سے بھی بدتر ہیں۔ جو لوگوں کے سامنے ربوبیّت کا دعوٰے کریگا۔ آسمان کو حکم کریگا۔ تو برسنے لگیگا۔ زمین سبزی اگائیگی۔ اور اجڑی زمین کو حکم دیگا۔ کہ اپنے خزانے نکال کر باہر پھینک دے۔ تو وہ ایسا ہی کریگی۔ اور یہ وہی چیز ہے۔ جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ڈرایا۔ اور فرمایا۔ کہ آدمؑ کی پیدایش سے لیکر قیامت تک کوئی فتنہ بھی اس فتنہ سے بڑھ کر نہیں۔ التحیات میں چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی دعا سکھلائی:۔

اللھم انی اعوذ بك من عذاب جہنم واعوذ بك من عذاب القبر و اعوذ بك من فتنة المحیا والممات واعوذ بك من فتنة المسیح الدجال	اے اللہ۔ میں جہنم سے۔ عذاب قبر سے۔ زندگی اور موت کے فتنہ سے۔ اور خاص کر کے مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں +

دجّال ربوبیت کا دعوٰے کریگا۔ چند شبہات پیش کرکے ان لوگوں کو دھوکا دیگا۔ حتّٰی کہ اس کی شناخت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا۔ کہ وہ کانا ہے۔ اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور یاد رکھو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکیگا۔ کیونکہ آپ کو علم تھا۔ کہ بعض آدمی گمراہ ہو جائینگے۔ اور اس عقیدہ کے قائل ہو جائینگے۔ کہ رب کو دنیا میں بصورت بشر دیکھ لیا جا سکتا ہے۔ اس لئے امت کے سامنے دو ظاہر علامتیں ذکر کر دیں۔ جنہیں ہر شخص پہچان لیگا۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ انہیں حلولیہ اور اتحادیہ بھی کہا جاتا ہے +

۵۵۔ فرقۂ حلولیّہ اور اتحادیّہ

حلول اور اتحاد کے قائل دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک قسم وہ ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کو چند مخصوص اور مقدس ہستیوں میں حلول کیا ہوا مانتے ہیں۔ مثلاً نصاریٰ کے اعتقاد میں خدائے تعالےٰ عیسےٰؑ میں اور شیعہ کے نزدیک علیؓ میں حلول کئے ہوئے ہے۔ کسی قوم کے نزدیک بعض مشائخ میں۔ کسی کے نزدیک بادشاہوں میں۔ اور کسی کے نزدیک اَور پاکیزہ صورتوں میں حلول کئے ہوئے ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس یہ لوگ اللہ کے متعلق طرح طرح کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ جو عیسائیوں کے اقوال اور اعتقادات سے بھی بُرا ہے +

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کا حلول اور اتحاد صرف خاص خاص مقدس ہستیوں میں منحصر نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہر مخلوق میں۔ یہاں تک کہ کتوں۔ سوٗروں۔ اور ہر قسم کی پلید چیزوں میں اس کا حلول مانتے ہیں۔ چنانچہ جہمیہ اور انکے متبعین اتحادیہ مثلاً ابن عربی۔ ابن سبعین۔ ابن الفارض تلمسانی۔ بلیانی وغیرہم کے پیرووٗں کا بھی یہی اعتقاد ہے +

۵۶۔ راہِ توسّط

حالانکہ تمام انبیا علیہم السلام۔ ان کے تابعدار مومنین۔ اور اہل کتاب کا مذہب یہ ہے۔ کہ اللہ تمام جہانوں کا خالق ہے۔ آسمان۔ زمین اور اُن کے مابین تمام اشیا کا اور عرش عظیم کا رب ہے۔ تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور اس کی طرف محتاج ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔ اور مخلوق سے بالکل الگ ہے۔ تاہم علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔

وہی قادر مطلق ہے۔ جس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش بریں کے اوپر ہو گیا۔ جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں۔ اور جو چیزیں باہر آتی ہیں۔ اور جو چیز آسمان سے اترتی اور جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور تم لوگ کہیں بھی ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کیا کرتے ہو۔ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ؞

۵۷۔ تعزیر فرقہ حلولیہ

جس شخص کا عقیدہ ہے۔ کہ اس نے ربّ کو آنکھوں سے دیکھا۔ یا جس کا خیال ہے۔ کہ اُس نے اس کے ساتھ ہمنشینی یا بات چیت کی۔ اور اس کے ساتھ لیٹا۔ یا کبھی کوئی شخص فرض کر لیتا ہے۔ کہ اللہ فلاں آدمی یا فلاں لڑکے میں حلول کئے ہوئے ہے۔ اور میں نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ گمراہ اور کافر ہیں۔ انہیں توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اگر ان عقائد سے توبہ کر لیں تو بہتر۔ ورنہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ ان لوگوں کا کفر تو یہود اور نصاریٰ سے بھی بڑھ کر ہے۔ جو کہتے ہیں۔ مسیحؑ ہی خدا ہے۔ کیونکہ مسیحؑ رسول ہیں۔ دنیا اور آخرت دونو جگہ اللہ کے ہاں معزز اور مقرب ہیں۔ جن لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ مسیحؑ خود اللہ ہے۔ اور اللہ نے اس میں حلول کیا ہے۔ یا اللہ کا بیٹا ہے۔ جب اللہ نے انہیں بھی کافر کہا ہے۔ اور نہ صرف کافر۔ بلکہ بہت بڑے کافر۔ چنانچہ فرمایا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا اِدًّا۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔ وَمَا یَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ

اور بعض لوگ قائل ہیں۔ کہ خدائے رحمان بیٹا رکھتا ہے۔ اے پیغمبر ان سے کہو کہ یہ تم ایسی بڑی سخت بات اپنی طرف سے گھڑ کر لائے جس کی وجہ سے عجب نہیں۔ آسمان پھٹ پڑیں۔

اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا	اور زمین شق ہو جائے۔ اور پہاڑ ریزے ریزے ہو کر گر پڑیں۔ کہ لوگوں نے خدائے

رحمان کے لئے بیٹا قرار دیا۔ حالانکہ خدائے رحمان کو شایاں ہی نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ جتنی مخلوقات آسمان و زمین میں ہے۔ سبھی تو قیامت کے دن خدائے رحمان کے آگے اس کے غلام بن کر حاضر ہونگے *

تو اس شخص کا کیا حال ہے۔ جو ہر نیک و بد میں اس کا وجود مانتا ہے۔ یہ روافض کے فرقہ سے بھی بدتر ہے۔ جو علیؓ یا دیگر اہل بیت کی تعظیم میں اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ وہ اسے اللہ کہنے لگا ہے۔ یہی تو وہ زندیق لوگ ہیں۔ جن کو حضرت علیؓ نے آگ سے جلا دیا۔ باب کندہ کے پاس حکم دیا۔ کہ ان کے لئے خندقیں کھود دی جائیں۔ اور انہیں تین دن کی مہلت دی کہ اس اثنا میں اپنے عقیدہ سے باز آجائیں۔ جب وہ باز نہ آئے۔ تو انہیں خندقوں میں ڈال کر تمام کو آگ سے جلا دیا۔ تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے قتل پر اتفاق کیا۔ مگر ابن عباسؓ نے اسی قدر اختلاف کیا۔ کہ ان کی رائے تھی۔ کہ تلوار سے قتل کئے جائیں۔ جلائے نہ جائیں۔ یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ اور اس فرقہ کا پورا قصہ علما کو یاد ہے *

۵۸۔ مشائخ کے بارہ میں غلو

اسی طرح بعض مشائخ مثلاً شیخ عدی یونس القنی اور حلاج وغیرہ کے بارہ میں بھی یہی غلو پایا گیا ہے۔ بلکہ حضرت علیؓ اور حضرت عیسےٰؑ کے متعلق بھی ایسا اعتقاد رکھا جاتا ہے۔ تو جو شخص کسی بزرگ زندہ یا مردہ مثل علیؓ یا شیخ عدیؒ وغیرہ یا اس شخص کے بارہ میں غلو کرے۔ جس کو وہ صالح سمجھتا ہو۔ مثلاً حلاج یا حاکم مصری یا یونس قنی وغیرہ اور اس بزرگ میں درجہ الوہیت کا خیال اور مندرجہ ذیل کلمات شرک پر اعتقاد رکھتا ہو۔ اسے توبہ کے لئے مجبور کیا جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر۔ ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ اللہ نے پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجا۔ اور ان پر اسی لئے کتابیں نازل کیں۔ کہ ہم لوگ صرف اکیلے رب کی عبادت کریں۔ اور اس

لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَھُمْ فِیْھِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّمَا لَہٗ مِنْھُمْ مِّنْ ظَھِیْرٍ۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ۔

فرشتوں کو تم ایک طرح پر خدائی میں کچھ دخیل سمجھتے ہو۔ ان کو بلاؤ۔ اور تحقیق کرو۔ تو تم کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ نہ تو آسمانوں ہی میں ذرہ بھر اختیار رکھتے ہیں۔ اور نہ زمین میں۔ اور نہ آسمان اور زمین کے بنانے میں ان کا ساجھا ہے۔ اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار۔ اور خدا کے ہاں ان میں سے کسی کی سفارش بھی کسی کے کچھ کام نہیں آتی مگر ہاں اس کے کام آئیگی۔ جس کی نسبت خدا سفارش کی اجازت دے +

اس آیت سے معلوم ہُوا۔ کہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ انہیں آسمان و زمین میں ذرہ بھر کا اختیار نہیں۔ نہ ان چیزوں میں ان کی شرکت ہے۔ نہ مخلوق کی طرف سے اللہ تعالےٰ کو کوئی مدد پہنچتی ہے۔ اور نہ اس کے دربار میں اس کے اجازت کے بدون سفارش ہی کام آسکتی ہے۔ فرمایا۔

وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰہُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی۔

اور کتنے فرشتے آسمانوں میں بھرے پڑے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آتی۔ مگر خدا جب کسی کی نسبت سفارش کرانا چاہے۔ اور فرشتوں کو سفارش کرنے کی اجازت دے اور ان کی سفارش کو پسند فرمائے۔ نیز فرمایا۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔

کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے دوسرے سفارشی ٹھیرا رکھے ہیں۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگرچہ یہ تمہارے سفارشی کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ کچھ عقل وشعور رکھتے ہوں۔ کیا اس صورت میں بھی تم ان کو اپنا سفارشی ہی مانتے جاؤ گے۔ اور ان لوگوں سے کہو کہ سفارش تو ساری خدا کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکومت ہے۔ پھر تم لوگ اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ نیز فرمایا۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعْلَمُ

اور مشرکین خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو ان کو کچھ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہ

فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ | معبود اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو۔ کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کے ہونے کی خبر دیتے ہو۔ جس کو وہ نہ تو کہیں آسمانوں میں پاتا ہے۔ اور نہ کہیں زمین میں ✦

صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا ہی اصل دین ہے۔ اور یہی توحید ہے۔ جس کی اشاعت کے لئے اللہ تعالےٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں۔ اللہ نے فرمایا۔

(۱) وَاسْئَلْ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ (۲) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (۳) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

اور اے پیغمبر تم سے پہلے جو ہم نے اپنے رسول بھیجے۔ اُن سے پوچھ دیکھو۔ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا دوسرے دوسرے معبود ٹھیرا دئے تھے۔ کہ ان کی پرستش کی جائے۔ (۲) اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس بات کے سمجھانے کے لئے بھیجتے رہے ہیں۔ کہ لوگو۔ خدا کی عبادت کرو اور شیطان سرکش کے اغواء سے بچتے رہو۔ (۳) اور اے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے جب کبھی کوئی رسول بھیجا۔ تو اس پر ہم یہی وحی نازل کرتے رہے ہیں۔ کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ تو لوگو۔ ہماری ہی عبادت کرو ✦

۱۶۔ اثبات توحید میں حد درجہ کی کوشش کرنا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امت کو اس طرح کھول کھول کر توحید کی تعلیم دیتے۔ اور اس کے ثابت کرنے میں اس طرح احتیاط اور کوشش فرماتے۔ کہ اس کے خلاف چھوٹی چھوٹی باتوں پر دار و گیر فرماتے۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے اتنا ہی کہا۔ کہ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ یعنی جو کچھ اللہ اور آپ کی مرضی ہوگی۔ وہ ہوگا۔ اس پر آپ نے فرمایا اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا۔ بَلْ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ یعنی کیا تم نے مجھے خدا کا شریک بنا دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ جو کچھ خدائے تعالےٰ اکیلا چاہیگا۔ وہ ہوگا۔ نیز فرمایا۔

لا تقولوا ماشاء اللہ وشاء محمدؐ ولکن ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد۔ یعنی یوں مت کہا کرو کہ جو اللہ اور محمدؐ چاہے وہ ہوگا۔ بلکہ اس طرح کہا کرو۔ کہ جو اللہ نے چاہا اور اس کے بعد محمدؐ نے چاہا۔ وہ ہوگا۔ علیٰ ہٰذا القیاس غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ من کان حالفًا فلیحلف باللہ اولیصمت جو شخص قسم کھائے تو چاہیئے کہ صرف اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ نیز فرمایا وقال من حلف بغیر اللہ فقد اشرك کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے +

اور فرمایا۔

لا تطرونی کما اطرت النصارٰی عیسے ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ

جس طرح نصارے نے عیسٰیؑ ابن مریمؑ کی مدح میں اس قدر مبالغہ کیا کہ انہیں ابن اللہ کہنے لگے۔ تم میری تعظیم میں اس درجہ زیادتی نہ کرنا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ تم مجھے عبداللہ اور رسول اللہ کہا کرو۔

اس لئے علما نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں۔ کہ مخلوق میں سے کسی چیز کی مثلاً کعبہ وغیرہ کی قسم کھائے +

۶۲۔ سجود لغیر اللہ

پھر آپؐ نے اپنے آپ کو سجدہ کرنے سے بھی منع فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپؐ کو سجدہ کرنا چاہا۔ تو آپ نے منع کیا اور فرمایا۔ کہ لا یصلح السجود الا للہ و لوکنت اٰمرا احدًا ان یسجد لاحدٍ لَاَمرتُ المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ اگر میں غیر اللہ میں سے کسی چیز کے آگے سجدہ کرنے کو کہتا۔ تو بیوی کو حکم کرتا۔ کہ خاوند کو سجدہ کرے۔ معاذؓ بن جبل کو ایک دفعہ آپ نے پوچھا۔ کہ ارایت لو مررت بقبری اکنت ساجدا لہ قال لا۔ قال فلا تسجد لی۔ یعنی اگر تو میری قبر (روضہ طیبہ) پر گذرے۔ تو اسے سجدہ کریگا۔ معاذؓ نے کہا۔ کہ نہیں۔ فرمایا۔ تو پھر مجھے مت سجدہ کرو +

۶۳ - قبروں کو مسجدیں بنانا

توحید کے استحکام کے لئے آپ نے منع فرمادیا - کہ قبروں کو مسجدیں مت ٹھہراؤ - چنانچہ مرض موت میں فرمایا - لعن اللہ الیہود و النصارٰے اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد - یحذر ما فعلوا - اللہ تعالےٰ یہود اور نصارٰے پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا - گویا آپؐ اپنی امت کو یہود اور نصارٰے کے اس فعل سے ڈرا رہے تھے - حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں - کہ ولولا ذالک لابرز قبرہ ولکن کرہ ان یتخذ مسجداً - یعنی اگر آپ نے امت کو اس بات سے منع نہ کیا ہوتا - تو آپ کا روضۂ طیبہ میدان میں کھلے طور پر بنایا جاتا - لیکن چونکہ آپ ناپسند کرتے تھے - کہ آپ کا روضہ مسجد بنالیا جائے - اس لئے حجرہ کے اندر بنایا گیا +

صحیح حدیث میں آیا ہے - کہ آپ نے وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا -

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور المساجد الا فلا تتخذوا بیتی عیداً ولا بیوتکم قبوراً وصلوا علیّ حیث ماکنتم فان صلوٰتکم تبلغنی

جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں - وہ قبروں کو مسجدیں بنالیتے تھے - تو یاد رکھو کہ تم ہرگز میرے گھر کو میلے کی جگہ نہ بنانا - اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بنانا - تم جہاں کہیں ہو - مجھ پر درود پڑھو - اس لئے کہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے +

لہٰذا ائمہ اسلام اس بات پر متفق ہیں - کہ قبروں پر مسجدیں بنانا جائز نہیں - قبروں کے پاس نماز پڑھنا منع ہے - بلکہ اکثر علما کہتے ہیں - کہ ان کے قریب کھڑے ہوکر نماز پڑھی جائے تو باطل ہو جاتی ہے +

۶۴ - زیارت قبور مسنون ہے

اور زیارت قبور جو مسنون قرار دی گئی ہے - تو اس میں وہی غرض مدِ نظر رکھی گئی ہے - جو کہ دفن کرنے سے پہلے میت پر نماز جنازہ کے ادا کرنے سے

حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ غرض صرف یہی ہے۔ کہ مردوں کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالٰے نے منافقین پر نماز جنازہ ادا کرنے سے منع فرمایا۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ۔ اے پیغمبر۔ ان میں سے کوئی مرجائے۔ تو تم ہرگز اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا۔ اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوگئی۔ کہ مسلمانوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کو ذیل کی آیت سکھلاتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ قبروں کی زیارت کے وقت اسے پڑھا کرو:-

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اہل دار قوم مومنین وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللہ بکم للاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ اللّٰھم لاتحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم واغفر لنا ولھم۔

مومنوں کی بستی والو۔ تم پر سلام ہو۔ اور ہم بھی انشاء اللہ تمہیں ملنے والے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر اللہ رحم کرے۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ رکھ۔ اور ہم کو ان کے بعد کسی آزمائش میں نہ ڈال اور ہم کو بھی اور ان کو بھی بخش؎

مذکورہ بالا امور کی ممانعت کی وجہ یہ ہے۔ کہ بت پرستی کا سب سے بڑا سبب یہ رہا ہے۔ کہ لوگوں نے عبادت کے طور پر قبروں کی تعظیم شروع کر دی۔ چنانچہ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۔ یعنی ان لوگوں نے ایک دوسرے کو کہا۔ کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور نہ وَدّ کو چھوڑنا۔ اور نہ سُوَاع کو۔ اور نہ یغوث۔ یعوق اور نسر کو؎

سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ کہ اسمائے مذکورہ بالا چند نیک آدمیوں کے نام تھے۔ جب وہ مرگئے۔ تو لوگ ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔ پھر اُن کی مورتیں تراش لیں۔ اور رفتہ رفتہ ان کی عبادت کرنے لگے؎

۶۵۔ روضۂ طیبہ نبویہؐ کی زیارت کرتے وقت احتیاط

لہٰذا علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ کہ جب کبھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ طیبہ پر سلام کیا جائے۔ تو آپ کے حجرہ کو تبرّکاً ہاتھ نہ لگایا جائے۔ اور نہ اسے بوسہ دیا جائے۔ کیونکہ بوسہ دینا اور اسی قسم کی ساری باتیں بیت الحرام کے ارکان کے ساتھ خاص ہیں۔ تو اس طرح بوسہ وغیرہ دے کر مخلوق کے گھر کو خالق کے گھر کے ساتھ مشابہ کرنا نہ چاہیئے۔ اسی طرح طواف۔ نماز اور عبادات کی بجا آوری کے لئے اکٹھا ہونے کی جگہیں اللہ کے گھر یعنی مساجد ہیں۔ جن کے بلند کرنے اور ان میں اپنا ذکر کئے جانے کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے۔ تو مخلوق کے گھروں میں جمع ہونے اور وہاں میلہ قائم کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تتخذوا بیتی عیدًا۔ یعنی میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔

۶۶۔ انسداد ذرائع شرک

الغرض جہاں جہاں اجتماع کرنے سے منع فرمایا۔ تو ان سب میں توحید کا استحکام اور شرارت کے ذرائع کا انسداد منظور ہے۔ کیونکہ توحید ہی دین کا اصل اور اساس ہے۔ جس کے بغیر اللہ تعالےٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ گناہ بھی توحید پرستوں ہی کے معاف کرتا ہے۔ مشرکوں کو ہرگز نہیں بخشتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا ۔	اللہ اس جرم کو تو معاف نہیں کرتا۔ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے۔ ہاں اس کے سوا جو گناہ جس کو چاہے۔ معاف

کردے۔ اور جس نے کسی کو خدا کا شریک گردانا۔ تو اس نے خدا پر طوفان باندھا۔ جو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

۶۷۔ کلمۂ توحید کی فضیلت دیگر اذکار پر

یہی وجہ ہے۔ کہ تمام کلمات میں کلمۂ توحید سب سے بڑا اور سب سے افضل ہے۔ آیۃ الکرسی بھی باقی تمام قرآنی آیات سے اس لئے افضل ہے۔ کہ اس میں اللہ کی توحید کا پورا بیان ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من کان اٰخر کلامہ لآ الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ۔ یعنی جس شخص کی زندگی کا خاتمہ لآ الٰہ الا اللّٰہ پر ہوگا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور لفظ اللّٰہ کے معنے وہ ذات ہے۔ جس کے ساتھ انسان دل سے عبادت۔ اعانت حاصل کرنے۔ امید وبیم اور تعظیم وتکریم کے طور پر محبت رکھے۔

۶۸۔ قرآن مجید کے بارہ میں توسط

منجملہ دیگر معتدل اعمال وعقائد کے جو سنت اور اس کے حاملین اہل السنۃ میں پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ قرآن اور باقی صفاتِ الٰہی کے متعلق وہ اعتقاد رکھا جائے۔ جو نہایت درجہ متوسط اور ہر ایک قسم کے افراط وتفریط سے پاک ہے۔ سلف صالحین اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب تو یہ ہے۔ کہ انّ القراٰن کلام اللّٰہ منزل غیر مخلوق منہ بدَاَ والیہ یعود۔ یعنی قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جو اس نے نازل کیا۔ یہ مخلوق نہیں ہے۔ اللہ کی طرف سے ہی اس کی ابتدا ہے۔ اور اسی کی طرف اس کی بازگشت ہے۔ سُفیانؒ بن عُیینہ عمروؒ بن دینار سے جو ایک محقق تابعی ہیں۔ نقل کرتے ہیں۔ کہ میں تو لوگوں سے ہمیشہ یہی سنتا آیا ہوں۔ کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔

اور قرآن جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ وہ یہی قرآن ہے۔ جسے مسلمان پڑھتے اور مصاحف میں لکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی غیر کا نہیں۔ اگرچہ انسان اسے پڑھتے ہیں۔ اور اپنی حرکات اور اصوات (آوازوں) میں اسے ادا کرتے

ہیں۔ تاہم انسان کا کلام نہیں کہا جائیگا۔ خدا کا کلام ہی ہو گا۔ کیونکہ کلام اسی کا ہوتا ہے جس سے وہ ابتداءً صادر ہوُا۔ اس شخص کا نہیں کہا جائیگا۔ جس نے دوسروں تک پہنچانے اور اس کے ادا کرنے کے لئے زبان سے اس کا تلفظ ادا کیا۔ سورۂ توبہ میں ہے۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ۔ اور اے پیغمبر مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو۔ تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ اطمینان سے کلامِ خدا کو سُن لے۔ پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دو۔ اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا جائیگا۔ کہ سُنانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ لیکن کلام اللہ کا ہے +

٦٩۔ مصاحف میں کلام اللہ موجود ہے

اور یہ اللہ کا کلام مصاحف میں موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ بلکہ یہ قرآن بڑے رتبے کا قرآن ہے۔ اور ہمارے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوُا موجود ہے۔ نیز فرمایا۔ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ یعنی رسولِ کلامِ الٰہی کے مقدس اوراق پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان میں پکی اور معقول باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ نیز فرمایا۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ یعنی یہ قرآن بڑی قدر و منزلت کا قرآن ہے۔ اور احتیاط سے رکھی ہوئی کتاب لوح محفوظ میں لکھا ہوُا موجود ہے۔ الغرض قرآن اپنے حروف۔ عبارت اور معانی کے سمیت اللہ کا کلام ہے۔ ان میں سے ہر ایک چیز قرآن میں داخل ہے۔ اور وہ خود اللہ کے کلام میں داخل ہے۔ باقی رہا اعراب کا معاملہ۔ تو وہ تو حروف کے لوازم ہیں۔ (اس سے ثابت ہوُا۔ کہ الفاظ بمعہ اعراب سب اللہ کی طرف سے ہیں) چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قرء القراٰن فاعربه فله بكل حرفٍ عشر حسناتٍ۔ یعنی جو شخص قرآن شریف پڑھے۔ اور اس کے اعراب کو ظاہر کرے۔ اس کو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں +

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے فرمایا۔ حفظ اعراب القراٰنِ احب الينا من حفظ بعض حروفه۔ یعنی قرآن شریف کے بعض حروف یعنی سورتوں اور رکوعوں کے حفظ کر لینے سے اس کے اعراب کو حفظ کرنا بہتر ہے۔ ہاں مسلمانوں کے لئے یہ جائز

ہے کہ قرآن کو لکھتے وقت حروف پر نقطے یا اعراب نہ دیں۔جیساکہ صحابۂ کرامؓ ان کے بغیر ہی لکھا کرتے تھے۔کیونکہ وہ عربی لوگ تھے۔اور اعراب میں غلطی نہیں کرتے تھے۔ زمانہ تابعین میں حضرت عثمانؓ نے جو قرآن کے نسخے مختلف بلاد میں بھیجے۔وہ اسی طرح بلا اعراب تھے۔جب صحابہ کرامؓ کے زمانہ کے بعد اعراب میں غلطی واقع ہونے لگی۔تو مصاحف میں سرخ نقطے لگا دئے گئے۔پھر موجودہ روش پر قرآن شریف لکھا گیا۔اس پر علماء نے جھگڑا کیا۔کہ یہ مکروہ ہے۔امام احمدؒ اور دیگر علما نے اس کی مخالفت کی۔کہنے لگے کہ یہ مکروہ ہے۔کیونکہ یہ بدعت ہے۔بعض نے کہا۔کہ ضرورت کے لئے جائز ہے۔بعض نے کہا۔کہ صرف نقطے مکروہ ہیں۔حروف کی شکل مکروہ نہیں۔لیکن صحیح بات یہ ہے۔کہ کوئی حرج نہیں۔

۷۰۔اللہ کے کلام میں آواز ہونا

یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہے۔کہ اللہ کے کلام اور ندا میں صوت یعنی آواز ہوتی ہے۔ حدیث نبویؐ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔آدمؑ کو جو اللہ نے ندا کی تھی۔چنانچہ آیت نَادٰهُمَا رَبُّهُمَا الخ میں مذکور ہے۔اس میں بھی آواز تھی۔اس بارہ میں بعض احادیث وارد ہیں۔اور ان کی تصدیق ضروری ہے۔سلف صالحین اور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ ائمہ اہل السنۃ کا اتفاق ہے۔کہ قرآن بندوں کی زبان پر پڑھا جائے۔یا مصاحف میں لکھا جائے۔بہرصورت اللہ کا کلام ہے۔بندے کے پڑھ لینے سے یہ نہیں کہا جاتا۔کہ وہ مخلوق ہے۔کیونکہ اس کے منہ سے تو وہ قرآن نکل رہا ہے۔جو اللہ تعالٰے کی طرف سے اتارا گیا ہے۔نہ اسے غیر مخلوق کہنا جائز ہے۔اس لئے کہ اس میں بندوں کے افعال داخل ہیں۔

اور ائمہ سلف میں سے یہ بھی کسی نے نہیں کہا۔کہ بندوں کی آوازیں جن کے ساتھ وہ تلاوت کرتے ہیں۔وہ بھی قدیم ہیں۔بلکہ جس شخص نے کہا۔کہ بندوں کے الفاظ غیر مخلوق ہیں۔اس کا انہوں نے ردّ کیا۔اسی طرح وہ شخص بھی پرلے درجے کا جاہل اور سُنت سے دور پڑا ہوا ہے۔جو کہتا ہے۔کہ سیاہی قدیم ہے۔فرمایا

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگر میرے پرور دگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر کا پانی سیاہی کی جگہ ہو تو قبل اس کے کہ میرے پرور دگار کی باتیں تمام ہوں۔ سمندر ہنبڑ جائے۔ اگرچہ ویسا ہی اور سمندر ہم اس کی مدد کو لائیں +

تو اس آیت میں بتلا دیا کہ سیاہی سے پرور دگار کے کلمات لکھے جاتے ہیں یعنی کلمات قدیم ہیں۔ سیاہی قدیم نہیں +

اسی طرح وہ شخص بھی گمراہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ مصحف میں محض سیاہی۔ اوراق۔ حکایات اور عبارات ہیں۔ اور قرآن نہیں۔ اس لئے کہ رسولؐ پر جو قرآن نازل کیا گیا۔ وہ تو یہی ہے۔ جو جلد کے درمیان ہے۔ اور مصحف میں کلام الٰہی اس طرح ہے۔ کہ لوگ دوسری اشیا کی شناخت کے عام قاعدہ سے نہیں۔ بلکہ ایک وجدانی خصوصیت سے اس کو پہچانتے ہیں +

ایسا ہی وہ شخص بھی بدعتی ہے۔ جو سنت کے میانہ عقیدہ سے بڑھ جائے۔ اور کہنے لگے۔ کہ بندوں کا تلفظ اور ان کی آوازیں جو قرآن پڑھنے کے وقت نکلتی ہیں۔ یہ بھی قدیم ہیں۔ وہ ایسا ہی بدعتی اور گمراہ ہے۔ جیسا وہ شخص جو کہتا ہے۔ کہ اللہ کا کلام حرف اور آواز سے خالی ہے۔ پھر جس طرح وہ شخص بدعتی ہے۔ جو بندوں کے تلفظ اور ان کی آوازوں کو قدیم مانتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی بدعتی اور گمراہ ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ سیاہی قدیم ہے۔ اور جو اس سے بھی بڑھ جائے اور کہے۔ کہ ورق۔ جلد۔ پینچ اور دیوار کا ٹکڑا جس پر کلام الٰہی لکھا جائے۔ یہ تمام اللہ کے کلام میں داخل ہیں۔ تو وہ اسی درجہ کا آدمی ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں۔ ماننے والوں کی یہ زیادتی نہ ماننے والوں کے انکار کے برابر ہے۔ اور یہ دونو افراط اور تفریط کی حد میں اہل السنۃ والجماعۃ کے اعتقاد سے خارج ہیں +

علیٰ ہٰذا القیاس قرآن کے نقطوں اور اعراب کے متعلق نفی و اثبات میں گفتگو کرنا بدعت ہے۔ نفی کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان چیزوں کو کلام الٰہی سے خارج سمجھا جائے۔ اور اثبات کے معنے یہ کہ یہ چیزیں بھی اللہ کے ہاں سے نازل ہوئی ہیں۔ یہ بدعت اس

وقت سے کچھ اوپر دو سو برس پہلے سے پیدا ہوئی۔ تو جو شخص کہتا ہے۔ کہ سیاہی جس کے ساتھ حروف پر نقطے ڈالے جاتے ہیں اور اعراب لگائے جاتے ہیں قدیم ہے۔ وہ گمراہ اور جاہل ہے۔ اسی طرح جو شخص کہے۔ کہ حروف کے اعراب قرآن میں داخل نہیں۔ وہ بھی بدعتی اور گمراہ ہے۔ بلکہ تمام باتوں کا خلاصہ جو ایک مومن کا ایمان ہونا چاہیئے یہ ہے۔ کہ یہ عربی قرآن اللہ کا کلام ہے۔ قرآن میں جس طرح اس کے معانی داخل ہیں۔ اسی طرح اس کے حروف سمیت اعراب کے داخل ہیں۔ پس جلد کے درمیان جو کچھ ہے۔ وہ سب اللہ کا کلام ہے۔ خواہ مصحف میں نقطہ اور اعراب ہوں یا نہ ہوں۔ چنانچہ پرانے مصاحف جنہیں صحابہ کرامؓ لکھا کرتے تھے۔ سب بغیر نقطہ اور اعراب کے ہوتے تھے۔ لہٰذا کسی بدعت اور محض لفظی نزاع کو درمیان میں لاکر جس کی اصلیت بالکل نہ ہو۔ مسلمانوں کے درمیان فتنہ برپا کرنا اور دین میں نئے نئے کام داخل کرنا بالکل جائز نہیں۔

۷۔ خلفائے اربعہ میں توسط

اور اسی طرح میانہ روی اور اعتدال صحابہؓ اور رسول کریمؐ کے اہل قرابت کے متعلق بھی واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہؓ۔ خصوصاً سابقین اولین اور ان کے سچے پیروؤں کی تعریف کی ہے۔ اور بتلا دیا ہے۔ کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ متعدد آیات میں ان کی فضیلت بیان کی۔ چنانچہ فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ

محمد خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ کافروں کے حق میں تو ان کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے بڑے سخت ہیں۔ مگر آپس میں رحمدل۔ اے مخاطب۔ تو ان کو دیکھیگا۔ کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں۔ اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل اور خوشنودی

فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ - وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (۲) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا -

کی طلبگاری میں لگے ہیں۔ان کی شناخت یہ ہے ۔کہ سجدے کے گٹے ان کی پیشانیوں پر ہیں ۔یہی اوصاف ان کے تورات میں بھی مذکور ہیں اور یہی اوصاف ان کے انجیل میں بھی ہیں اور وہ روز بروز اس طرح ترقی کرتے جائینگے جیسے کھیتی ۔کہ اس نے پہلے زمین سے اپنی سوئی نکالی۔ پھر اس نے غذائے نباتی کو ہوا اور مٹی سے جذب کرکے اپنی اس سوئی کو قوی کیا۔چنانچہ وہ رفتہ رفتہ موٹی ہوئی - یہاں تک کہ آخرکار کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوئی۔اور اپنی سرسبزی سے لگی کسانوں کو خوش کرنے - اور خدا نے ان کو روز افزوں ترقی اس لئے دی ہے ۔کہ ان کی ترقی سے ترسا ترسا کر کافروں کو جلائے ۔ان میں سے جو سچے دل سے ایمان لائے ۔اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے - ان سے خدا نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمالیا ہے ۔(۲) اے پیغمبر جب مسلمان ایک کیکر کے درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے۔ خدا یہ حال دیکھ کر ضرور ان مسلمانوں سے خوش ہوا ۔اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا - اور ان کو اطمینان قلب عنایت کیا۔ اور اس کے بدلے میں ان کو سر دست خیبر کی فتح دی ؛

حدیث شریف میں وارد ہے ۔کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - لا تسبّوا اصحابی فو الذی نفسی بیدہٖ لو ان احدکم انفق مثل اُحُدٍ ذھبًا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ - یعنے میرے اصحاب کو گالیاں مت دو ۔کیونکہ اللہ کی قسم ۔جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔کہ تم میں سے اگر کوئی اُحُد کے برابر بھی اللہ کی راہ میں سونا خرچ کردے ۔تو صحابی کے مُدّ (ایک پیمانہ ہے) کے برابر بھی درجہ میں نہیں ہوگا۔ بلکہ نصف مُدّ تک بھی نہیں پہنچیگا ؛

اہل السنۃ والجماعۃ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے ۔ اور اس کے متعلق علیؓ سے متواتر احادیث بھی آئی ہیں ۔کہ تمام امت سے افضل ابوبکرؓ ہیں ۔ اور ان کے بعد عمرؓ (خیر ھٰذہٖ الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکرؓ ثم عمرؓ) اور عمرؓ کے بعد تمام صحابہؓ عثمانؓ کی بیعت پر متفق ہوئے

نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ خلافۃ النبوۃ ثلثون سنۃ ثم تصیر ملکا۔ یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ تو صرف تیس برس ہوگی اس کے بعد عام حکومت کی صورت پکڑ لیگی +

نیز فرمایا۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفآء الراشدین المہدیین من بعدی تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ یعنی تم میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کے طریق کو لازم پکڑو۔ اس پر مضبوطی سے اسطرح متمسک رہو۔ جس طرح کہ دانتوں سے کوئی چیز پکڑی جائے۔ اور نئے نئے امور سے بچتے رہو۔ کیونکہ ہر نیا کام گمراہی ہے +

اور یہ معلوم ہے۔ کہ امیر المومنین علیؓ خلفاء الراشدین المہدیین میں آخری خلیفہ تھے۔ اہل السنۃ کے عام علماء۔ زُہّاد۔ اُمراء اور ارباب قتال کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے افضل ابوبکرؓ۔ پھر عمرؓ۔ پھر عثمانؓ۔ پھر علیؓ ہیں۔ اس بات کے دلائل اور عام صحابہؓ کے فضائل بکثرت ہیں۔ جن کے مفصل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں +

۲۷۔ مشاجرہ بین الصحابہؓ کے بارہ میں کف اللسان

اسی طرح ہمارا فرض ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ میں جو اختلاف واقع ہوا۔ اس کے متعلق ہم اپنی زبان روک رکھیں۔ صحابہؓ کے متعلق بعض باتیں تو غلط منقول ہو گئی ہیں۔ اور جو صحیح بھی ہیں۔ ان کے متعلق ہماری رائے یہ ہے۔ کہ صحابہؓ تمام کے تمام مجتہد تھے۔ اور مجتہد کبھی تو صائب الرائے ہوتا ہے اور کبھی برعکس (المجتہد قد یخطی وقد یصیب) ان میں جو صائب الرائے تھے۔ ان کے لئے تو دوہرا اجر ہے۔ جن کی رائے اس راہ صواب تک نہ پہنچ سکی۔ ان کو اپنے نیک اعمال کا ثواب مل جائیگا۔ اور ان کی غلطیاں انشاء اللہ معاف ہو جائینگی۔ ان کے ذمہ اگر قصور بھی رہا۔ تو ان نیک اعمال کی موجودگی میں جو ان سے اس کے پہلے صادر ہو چکے تھے وہ قصور بھی معاف ہو جائیگا۔ توبہ کے ساتھ۔ نیک اعمال کے ساتھ۔ بحکم اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ۔ اور ان مصائب اور تکالیف کے

ساتھ جو ان لوگوں کو پہنچیں - کیونکہ مصیبتیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں - یا ان تینوں کے علاوہ کسی اور وجہ سے ان کی غلطیاں معاف ہو جائینگی - کیونکہ وہ اس امت کے سب سے مبارک زمانہ میں تھے - چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خیر القرون قرنی الذی بعثت فیھم ثم الذین یلونھم وھذہ خیر امۃ اخرجت للناس یعنی بہترین زمانہ وہ ہے - جس میں میں موجود ہوں - پھر وہ جو اس کے متصل آئیگا - یعنی تابعین کا زمانہ - اور اس زمانہ کے لوگ اس امت کے چیدہ چیدہ لوگ ہیں - جو لوگوں کی ہدایت کے لئے منتخب کی گئی +

اور سمیت اس کے ہم جانتے ہیں - کہ علیؓ ابن ابی طالب معاویہؓ اور ان تمام لوگوں سے افضل اور حق سے زیادہ قریب تھے - جو ان کے خلاف لڑتے تھے - کیونکہ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

تمرق مارقۃ علی حین فرقۃ من المسلمین تقتلھم ادنی الطائفتین الی الحق -	مسلمانوں کے باہمی افتراق کے وقت ایک فرقہ اسلام سے گمراہ ہو کر باہر نکل جائیگا -

اس وقت جو جماعت حق کے زیادہ قریب ہو گی - وہ اسے قتل کر کے نیست و نابود کریگی +

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے - کہ حق پر تو دونوں جماعتیں تھیں - لیکن علیؓ حق کے زیادہ قریب تھے +

اور جو لوگ اس باہمی فتنہ سے الگ رہے - مثلاً سعد ابن ابی وقاصؓ اور عبداللہؓ ابن عمرؓ اور ان کے علاوہ اور صحابیؓ بھی - تو اکثر اہل حدیث اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں - کہ ان لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کی پیروی کی - جن میں آپ نے اس فتنہ میں حصہ لینے کے متعلق کچھ فرمایا تھا +

۳۷ - اہل بیتؓ کے حقوق اور خصائص

علیٰ ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ کے بھی بعض حقوق

ہیں۔ جن کی رعایت واجب ہے۔ اس لئے اللہ نے خمس اور فئے میں ان کا حق مقرر کیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے وقت آپ کی آل کا نام بھی لیا جائے۔ اور ہمیں فرمایا۔ کہ درود اس طرح پڑھو:۔

۴۷۔ درود مسنون

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اہل بیت وہی لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ۔ اور دیگر علماء کے نزدیک ایسا ہی ہے۔ کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الصدقۃ لا تحل لمحمد ولا لاٰل محمد۔ یعنی صدقہ نہ تو میرے لئے جائز ہے اور نہ میری آل کے لئے۔ نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ اے پیغمبر کے گھر والو۔ خدا کو تو بس یہی منظور ہے۔ کہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے۔

اور چونکہ صدقہ لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے۔ اس لئے اللہ نے انہیں ایسا پاک کیا۔ کہ صدقہ لینے کی بھی اجازت نہ دی۔ اہل سلف کا مقولہ ہے۔ کہ حب ابی بکرؓ و عمرؓ ایمان و بغضہما نفاق۔ یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ اور مسانید اور سنن میں آیا ہے۔ کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس لما شکی الیہ جفوۃ قوم لہم قال والذی نفسی بیدہ لا یدخلون الجنۃ حتیٰ یحبوکم من اجلی۔ یعنی حضرت عباسؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کی بے انصافی کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ جب تک یہ لوگ میری وجہ سے تمہارے ساتھ محبت نہ رکھینگے۔ جنت میں داخل نہیں ہو سکینگے۔ صحیح

حدیث میں آیا ہے ۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

ان اللہ اصطفٰے بنی اسمٰعیل واصطفٰے بنی کنانۃ من بنی اسمٰعیل واصطفٰے قریشا من بنی کنانۃ واصطفٰے بنی ھاشم من قریش واصطفانی من بنی ھاشم

اللہ تعالٰے نے بنی اسمٰعیل کو برگزیدہ کیا پھر بنی اسمٰعیل میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں قریش کو ۔ اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا ۔

۵ ۷ ۔ شہادت عثمانؓ اور فتنۂ افتراقِ اُمّت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ بپا ہونے اور امت کی باہمی پھوٹ کے بعد لوگ مختلف قسم کے ہو گئے ۔ ایک قوم جو عثمانؓ سے محبت اور اس محبت میں مبالغہ کرتی تھی ۔ حضرت علیؓ سے منحرف ہونے لگی ۔ چنانچہ اکثر اہل شام جو اس وقت حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے اور ان سے بغض رکھتے تھے ۔ دوسری قوم ایسی تھی ۔ کہ علیؓ کی محبت میں اس حد تک بڑھی ۔ کہ عثمانؓ سے منحرف ہو گئی ۔ چنانچہ اکثر اہل عراق ان سے بغض رکھتے اور ان کو گالیاں دینے لگے ۔ پھر ان کی بدعت اس قدر بڑھی ۔ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بھی گالیاں دینے لگے ۔ اور اس وقت فتنہ بہت بڑھ گیا ۔ طریق سنت یہ ہے ۔ کہ عثمانؓ اور علیؓ دونو سے محبت کی جائے ۔ اور درجہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کو ان پر مقدم کیا جائے ۔ کیونکہ اللہ تعالٰے نے ان کو بعض ایسے فضائل کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا ۔ کہ عثمانؓ اور علیؓ دونو سے فوقیت لے گئے ۔ اور اللہ تعالٰے نے پھوٹ اور پراگندگی سے اپنی کتاب میں منع فرمایا ۔ اور سب کو حکم دیا ۔ کہ اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں ۔ یہ ایسا مقام ہے ۔ کہ اس جگہ مومن کو ثابت قدم اور اللہ کی رسّی کو پکڑے رہنا چاہیئے ۔ کیونکہ طریق سنت علم و عدل ۔ اور کتاب و سنت کے اتباع پر مبنی ہے ۔ رافضی چونکہ صحابہؓ کو گالیاں دینے لگے ۔ لہٰذا علما نے ان کی سزا کا حکم دیا ۔ پھر وہ صحابہؓ کو کافر کہنے لگے ۔ ان کی طرف ناشائستہ باتیں منسوب کرنے لگے اور ہم نے ان کا حکم دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ۔

۶۷ - یزید کے متعلق عقیدۂ افراط و تفریط

شروع میں یزید کے بارہ میں دینی امور کے متعلق کوئی مخالف یا موافق تذکرہ نہیں تھا۔ بعدازاں چند نئے امور کا اضافہ ہوُا۔ تو ایک قوم یزید کو لعنت بھیجنے لگی۔ اور اس کی لعنت کو بعض دیگر صحابہؓ کی لعنت کی تمہید ٹھیرا لیا۔ اس پر اکثر اہل السنۃ نے کسی خاص شخص پر لعنت بھیجنا ناپسند کیا۔ جب یہ بات ان لوگوں نے سُن لی۔ جو بہت متشدّد تھے۔ اور ہر بات کو بزور سنت قرار دیتے تھے۔ تو انہوں نے یزید پر نہ صرف لعن طعن کرنا ہی ترک کر دیا۔ بلکہ وہ اُسے صالحین کا سرتاج اور امام ہدایت سمجھنے لگے۔ الغرض یہاں سے یزید کے بارہ میں دو مخالف جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ ایک نے کہا۔ کہ وہ کافر زندیق ہے۔ اور اس نے رسولؐ کے نواسے کو قتل کیا۔ اور اپنے نانا عتبہ بن ربیعہ اور ماموں ولید وغیرہ کے قصاص میں جو انصار کے ہاتھوں بدر کے میدان میں کفر کی حالت میں مارے گئے تھے۔ انصار اور ان کے بیٹوں کو حرّہ میں قتل کیا۔ اور اس کی نسبت شراب نوشی اور طرح طرح کی بدکاری بھی مشہور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک دوسری قوم ہے۔ جو یزید کو امام عادل اور راہنما کہتی ہے۔ وہ اسے صحابہؓ میں بلکہ اکابر صحابہؓ میں یقین کرتے ہیں۔ اور خدا کے اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ بسا اوقات بعض لوگ اسے نبی خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جو شخص یزید کے متعلق اس بارہ میں توقف کرے۔ اللہ اسے دوزخ کی آگ کے لئے وقف کریگا۔ شیخ حسن بن عدی سے اس بارہ میں نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ فلاں فلاں ولی صرف یزید کے بارہ میں توقف کرنے سے آگ کے لئے وقف کیا گیا۔ اور شیخ کے زمانہ میں ان لوگوں نے کئی ایک جھوٹی باتیں نظم و نثر میں اضافہ کرلیں۔ اور یزید اور شیخ عدی کے بارہ میں بہت مبالغہ آمیزیاں کیں۔ حالانکہ شیخ موصوف ان باتوں سے بالکل پاک تھے۔ اور ان کا مسلک بالکل بدعات سے الگ تھا۔ اتفاق سے شیخ روافض کے ہاتھ آ گئے۔ جنہوں نے ان سے دشمنی کی۔ اور انہیں قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ایسے فتنوں کا دور شروع ہوُا۔

کہ ہرگز انہیں اللہ اور رسولؐ پسند نہیں کرتے۔ اور یزید کے متعلق جو دو تو مخالف جماعتوں میں افراط اور تفریط ہے۔ وہ اہل علم اور ایمان کے متفقہ عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یزید بن معاویہؓ عثمانؓ ابن عفان کے زمانہ خلافت میں پیدا ہؤا۔ اس لئے نبیؐ کے زمانہ کو نہ پا سکا۔ باتفاق علما صحابہؓ میں سے نہیں تھا۔ نہ ہی دین اور تقوےٰ کے ساتھ مشہور ہے۔ نوجوان مسلمانوں میں سے تھا۔ کافر اور زندیق نہ تھا۔ اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہؤا۔ اس پر بعض مسلمان راضی تھے اور بعض ناراض۔ اس میں سخاوت اور شجاعت بھی تھی۔ فواحش کا مرتکب نہیں تھا۔ جیسا کہ اس کے دشمن اس کی نسبت مشہور کرتے ہیں ✦

۷۔ یزید کی امارت کے واقعات

یزید کی امارت میں بڑے بڑے ناگوار واقعات پیش آئے۔ ایک تو حسینؓ کی شہادت ہے۔ لیکن یزید نے ان کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ نہ ہی ان کے قتل پر اظہار خوشی کیا۔ نہ ہی چھڑی سے آپ کے دانتوں کو کھرچا۔ نہ ہی اس کی طرف شام میں حسینؓ کا سر روانہ کیا گیا۔ البتہ اس نے یہ کیا۔ کہ حسینؓ کے امارت سے روک دینے کا حکم دیا۔ اگرچہ ایسا کرنے سے لڑائی کی نوبت پہنچے اس کے نواب نے زیادتی کی۔ اور شمر نے سپہ سالار افواج عبیداللہ بن زیاد کو آپ کے قتل کر ڈالنے پر آمادہ کیا۔ اُس نے آپ پر زیادتی کی۔ حسینؓ نے لشکر مخالف سے تین باتوں کا مطالبہ کیا۔ اول یہ کہ مجھے اجازت دو۔ کہ یزید کے پاس جاؤں۔ یا مجھے سرحد کی طرف چلا جانے دو۔ کہ وہاں حفاظت کرتا رہوں یا تیسری بات یہ ہے۔ کہ مکہ کی طرف چلا جاؤں۔ لیکن لشکر نے ایک نہ سُنی۔ بزور آپ سے یزید کی امارت منوانا چاہی۔ حسینؓ نے انکار کیا۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ عبداللہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو آپ کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا۔ مخالفین نے آپ کو سمیت چند گھر والوں کے ظلم سے قتل کیا ✦

حسینؓ کا قتل منجملہ بڑی مصیبتوں کے تھا۔ کیونکہ آپ کا قتل اور آپ سے پہلے عثمانؓ

کا قتل اس امت کے فتنوں کا سب سے بڑا پیش خیمہ تھا۔ اور آپ کے قاتل عنداللہ تمام مخلوق میں زیادہ شریر ہیں۔ حسینؓ کے قتل کے بعد جب آپ کا عیال یزید کے پاس لایا گیا۔ تو ان کی اچھی طرح تعظیم و تکریم کرکے مدینہ کو واپس کر دیا۔ یزید کے متعلق یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ اس نے ابن زیاد کو اس پر لعنت بھی کی۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں اہل عراق پر بغیر حسینؓ کے قتل کرنے کے بھی محض ان کے مطیع ہو جانے پر راضی تھا تاہم ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی یزید بے قصور ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی غلطی تھی۔ تو یہ بھی۔ کہ بحیثیت امیر ہونے کے اس نے آپ کے قتل کئے جانے کو برا نہ کہا۔ اور نہ آپ کی امداد کی۔ اور نہ قصاص لیا۔ حالانکہ اس پر واجب تھا۔ لہٰذا اہل حق اسے واجب کی ترک پر اور کئی اور باتوں پر ملامت کرتے ہیں۔ باقی رہے۔ وہ لوگ جو یزید کے بارہ میں بے جا دشمنی رکھتے ہیں۔ تو وہ کئی ایک بہتان لگا کر اسے مطعون بنا رہے ہیں۔

۷۔ مکہ اور مدینہ پر چڑھائی

دوسرا ناگوار واقعہ جو یزید کے عہد میں پیش آیا۔ یہ ہے کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو توڑا۔ اور اس کے نواب کو معہ اہل و عیال وہاں سے نکال دیا۔ اس پر یزید نے ان کی طرف لشکر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ اگر تین دن تک اہل مدینہ اطاعت نہ کریں۔ تو تلوار کے زور زبردستی شہر میں گھس جاؤ۔ اور تین روز تک قتل و غارت جاری رکھو۔ چنانچہ تین روز تک ان کا لشکر لوٹ کھسوٹ اور زنا کاری میں مصروف رہا۔ اس کے بعد اس نے مکہ معظمہ کی طرف لشکر بھیجا۔ انہوں نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ اور یزید اسی حالت میں مر گیا۔ اور لوگ مکہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ یہ تمام عدوان اور ظلم اسی کے حکم سے ہوا۔

لہٰذا اعتدال پسند اہل السنۃ اور بڑے بڑے ائمہ کا مسلک یہی ہے۔ کہ یزید کو نہ تو گالی دی جائے۔ اور نہ اس سے محبت کی جائے۔ امام احمدؒ کے بیٹے صالحؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ ایک قوم یزید سے محبت کا دعوےٰ کرتی ہے۔ فرمایا۔ بیٹا۔ وھل یحب یزید احدٌ یؤمن باللہ والیوم الاٰخر۔ یعنی کوئی شخص اللہ اور یوم

آخرت کو ماننے والا بھی یزید سے محبت کر سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اے باپ پھر آپ یزید پر لعنت کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا۔ بیٹا۔ ومتیٰ رایت اباک یلعن احداً۔ کبھی تو نے دیکھا ہے۔ کہ تیرا باپ کسی کو لعنت بھیجتا ہو۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ یزید سے بھی حدیث روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ نہ میں اس سے روایت کرتا ہوں۔ نہ اُسے اس قابل سمجھتا ہوں۔ کیا یزید وہی نہیں ہے جس نے اہل مدینہ پر ظلم کیا تھا ؛

بہرحال یزید علمائے اسلام کے نزدیک منجملہ دیگر بادشاہوں کے ایک بادشاہ ہے۔ نہ اس سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جو صلحاء اور اولیاء اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور نہ اُسے گالیاں دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی خاص مسلمان کو لعنت کرنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ امام بخاری رحؒ نے اپنی صحیح میں عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک شخص جس کا نام حمار تھا۔ کثرت سے شراب پیتا تھا۔ اور جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا۔ آپؐ اسے مارتے۔ ایک شخص بول اٹھا۔ کہ اللہ اس پر لعنت کرے۔ کتنی مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا گیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتلعنہ فانہ یحب اللہ ورسولہ۔ یعنی اسے لعنت مت کر۔ کیونکہ یہ اللہ اور رسولؐ کو چاہتا ہے۔ باوجود اس کے اہل السنۃ کی ایک جماعت اس پر لعنت کرنا جائز سمجھتی ہے۔ کیونکہ اس کے اعتقاد میں اس نے ایسا جرم کیا ہے۔ کہ لعنت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسری جماعت اس سے محبت رکھنا جائز بتلاتی ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ جو عہد صحابہؓ میں امیر ہوا۔ صحابہؓ نے اس سے بیعت کی۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ یزید کے متعلق جس بات کا چرچا ہے۔ بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اس میں کئی نیکیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ اور اگر جیسا کہ لوگ نقل کرتے ہیں۔ واقع میں ایسا ہی بُرا تھا۔ تو وہ مجتہد تھا۔ اور مجتہد سے غلطی بھی ہو جاتی ہے ؛

لیکن صحیح ترین بات وہ ہے۔ جس پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ کہ نہ اس سے محبت کی جائے۔ اور نہ اس پر لعنت کی جائے۔ ہرچند وہ ظالم اور فاسق تھا۔ تاہم اللہ ظالم اور فاسق کو بخش دیتا ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ بڑے بڑے نیکی کے کام کرے۔ امام بخاری رحؒ نے صحیح میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا۔ اول جیش

یغزوا القسطنطینیۃ مغفور لہ - یعنی سب سے پہلا لشکر جو قسطنطینہ پر حملہ آور ہوگا اللہ اس کے گناہ معاف فرمائیگا - اور سب سے پہلا لشکر جس نے اس پر حملہ کیا - اس کا امیر یزید ابن معاویہؓ تھا - اس کے ساتھ ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے +

۷۹ - یزید ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

کبھی لوگ یزید ابن معاویہؓ اور اس کے چچا یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ کو اسماء کی مشابہت کے سبب ایک خیال کرنے لگ جاتے ہیں - یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ تو اجلہ صحابہؓ میں سے تھے - اور آل حرب کے سرکردہ تھے - شام کی فتوحات میں منجملہ دیگر امرائے شام کے جن کو ابو بکرؓ نے منتخب کر کے بھیجا تھا - ایک یہ بھی تھے - حضرت ابو بکرؓ اُن کی رکاب میں وصیت کرتے کرتے پیادہ چل رہے تھے - یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ نے کہا - اے خلیفہ رسولؐ - یا آپ بھی سوار ہو جائیے - یا میں اُتر آتا ہوں - آپ نے فرمایا - لست براکب ولست بنازل انی احتسب خطای ھذہ فی سبیل اللہ - یعنی میں سوار نہیں ہوتا - اور آپ سواری سے نہ اتریں - کیونکہ میں ان قدموں کو اللہ کی راہ میں شمار کر رہا ہوں - فتوح شام کے بعد عمرؓ کی خلافت میں جب یزیدؓ ابن ابی سفیانؓ فوت ہو گئے - تو عمرؓ نے ان کی جگہ ان کے بھائی معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو شام کا گورنر کیا - اور ان کے ہاں عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں یزید پیدا ہؤا - معاویہؓ شام ہی میں رہے - حتےٰ کہ یہ واقعہ پیش آیا - تمام گذشتہ کلام کا خلاصہ یہ ہے - کہ اس بارہ میں میانہ روی اختیار کرنا واجب ہے - یزید ابن معاویہؓ کا ذکر کرنے اور ایسی باتوں کو مسلمانوں کے ایمان کی جانچ کا معیار بنانے سے باز رہنا ضروری ہے - کیونکہ اہل السنۃ کے نزدیک یہ بدعات ہیں - ایسی باتوں سے ہی بعض جاہلوں نے یہ اعتقاد کر لیا ہے - کہ یزید ابن معاویہؓ صحابی اور اکابر صالحین اور اور ائمہ دین سے تھا - یہ صریح خطا ہے +

۸۰۔ مختلف ناموں کی طرف منسوب ہو کر اُمت میں تفرقہ پیدا کرنا

منجملہ ان باتوں کے جن سے امت میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ اور جنہیں درمیان میں لاکر امت کو طرح طرح کے ابتلا و محن میں ڈالا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور رسول ؐ سے ان کی کوئی دلیل نہیں۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ مثلاً کسی کو پوچھا جائے۔ کہ تو شکیلی ہے یا قرقندی کیونکہ یہ اسمائے باطل ہیں۔ کہ ان کے صحیح ہونے میں اللہ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ اللہ کی کتاب اور رسول ؐ کی سنت اور سلف صالحین کے اقوال معروفہ میں ان کا مطلق پتہ نہیں چلتا۔ نہ کوئی شکیلی ہے نہ قرقندی۔ تو جب کبھی کسی مسلمان سے اس چیز کی نسبت پوچھا جائے۔ تو اس پر واجب ہے۔ کہ یہ جواب دیدے۔ کہ میں نہ شکیلی ہوں نہ قرقندی۔ بلکہ میں مسلمان ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کی سنت کا متبع ہوں۔ امیر معاویہؓ سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے۔ کہ انہوں نے ایک دفعہ ابن عباسؓ سے پوچھا۔ کہ آپ حضرت علیؓ کی ملت پر ہیں یا عثمانؓ کی۔ انہوں نے کہا۔ کہ لست علی ملۃ علی ولا علی ملۃ عثمان بل انا علی ملۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ نہ میں علیؓ کی ملت پر ہوں۔ اور نہ عثمانؓ کی۔ میں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں۔ سلف صالحین میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا۔ کہ کل ھٰذہ الاھواء فی النار۔ یعنی یہ تمام باتیں خواہشات نفسانی ہیں۔ اور ان کا انجام دوزخ ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ما ابالی ای النعمتین اعظم علیّ ان ھدٰنی اللہ للاسلام او ان جنبنی ھٰذہ الاھواء۔ یعنی میں نہیں جانتا۔ کہ دو نو نعمتوں میں سے کونسی نعمت بڑی ہے۔ آیا یہ نعمت بڑی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اسلام کی طرف راہنمائی کی۔ یا یہ کہ اللہ نے مجھے ان خواہشات کی پابندی سے الگ کیا +

اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ہمیں مسلمین۔ مومنین۔ اور عباد اللہ کہ کر پکارا ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے۔ کہ اللہ کے تجویز کردہ ناموں کو چھوڑ کر وہ نام اختیار کریں جو کسی خاص قوم نے بطریق بدعت ایجاد کئے ہوں۔ اور انہوں نے اور ان کے آباؤ اجداد نے خود گھڑلئے ہوں۔ حالانکہ اللہ نے ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی + بلکہ وہ

اسماء بھی بدعت ہیں۔ جن میں کچھ گنجائش ہے۔ مثلاً امام کی طرف منتسب ہو کر حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی کہلانا۔ کسی شیخ کی طرف منسوب ہو کر قادری۔ عدوی۔ قبائل کی نسبت کی وجہ سے قیسی۔ یمانی۔ اور شہروں کی نسبت سے شامی۔ عراقی اور مصری کہلانا۔ لہٰذا یہ کسی کے لئے جائز نہیں۔ کہ ان اسماء کی بنا پر لوگوں کا امتحان کرے۔ اور انہیں دوستی اور دشمنی کا معیار ٹھہرا کر ایک فرقہ سے دوستی اور دوسرے سے دشمنی رکھے۔ بلکہ تمام خلائق میں اللہ کے ہاں برتر اور بزرگ وہ ہے۔ جو ان تمام میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ خواہ وہ کسی جماعت سے ہو ٭

۱۸۔ اولیاء اللہ کی تعریف

اور حقیقی معنیٰ میں اولیاء اللہ بھی وہی ہیں۔ جو اللہ کی باتوں کو مانتے۔ اور اس کی نافرمانی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ اولیاء مومنین اور متقین کا نام ہے۔ اور متقین کے اعمال خود اللہ نے اس آیت میں بیان فرمائے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

نیکی یہی نہیں ہے۔ کہ نماز میں اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو۔ یا مغرب کی طرف۔ بلکہ دراصل نیکی تو ان کی ہے۔ جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مال عزیز اللہ کی حُب پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا۔ اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی گردنوں کے چھڑانے میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ اور جب کسی بات کا اقرار کیا تو اپنے قول کے پورے نکلے۔ اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلاچلی کے وقت میں ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہیں۔ جو دعوے اسلام میں سچے نکلے۔ اور یہی ہیں۔

جن کو پرہیزگار کہنا چاہیئے۔
اور تقوے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اللہ کے احکام بجا لائے جائیں۔ اور جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا۔ ان کو چھوڑ دیا جائے۔

۸۲۔ حدیث متعلق احوال اولیاء اللہ

بخاری شریف میں ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک طویل حدیث آئی ہے۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالےٰ نے اولیاء اللہ کے احوال اور ان اعمال کا ذکر فرمایا ہے۔ جن کے ذریعے انسان اولیاء کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ تبارک وتعالےٰ من عادیٰ لی ولیاً فقد بارزنی المحاربۃ وما تقرب الی عبدی بمثل اداء ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی اُحبّہ فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش ولئن سألنی لاعطینہٗ ولئن استعاذ بی لاعیذنہ وما ترددت عن شیئ انا فاعلہ ترددی عن قبض نفس عبدی المومن یکرہ الموت واکرہ مساءتہ ولابدلہ منہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو شخص میرے کسی دوست سے عداوت رکھتا ہے۔ اس نے گویا میرے ساتھ جنگ کے لئے مقابلہ کیا۔ اور میرا بندہ جس قدر کہ فرائض کی ادائیگی سے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ اتنا کسی اور اعمال سے نہیں کر سکتا۔ اور میرا بندہ نوافل ادا کرتا رہتا ہے۔ حتّٰی کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ تو جس وقت وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ اور آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جن کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ پاؤں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ پس میرے ساتھ ہی وہ سنتا ہے۔ میرے ساتھ ہی دیکھتا ہے۔ اور میرے ساتھ ہی پکڑتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے۔ تو میں اسکا سوال ضرور پورا کرتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ پناہ پکڑے۔

تو اسے ضرور پناہ دونگا۔ اور جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں۔ کسی میں اتنا تردد نہیں کرتا۔ جس قدر کہ اپنے بندے کی روح کے قبض کرنے میں کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ موت کو بُرا جانتا ہوں۔ اور میں اس کی تکلیف کو گوارا نہیں کرتا۔ حالانکہ سوائے موت کے اسے کوئی چارہ نہیں ؎

۲۳۔ تقرب الی اللہ کے مدارج

اس حدیث میں بتلایا گیا ہے۔ کہ تقرب الی اللہ کے دو درجے ہیں۔ پہلا درجہ تو فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرا فرائض کے علاوہ نوافل کی پابندی سے۔ پہلی قسم کے لوگوں کو اللہ نے مقتصدین (میانہ رو) ابرار (نیک) اور اصحاب الیمین (داہنے ہاتھ والے) کہا ہے۔ دوسری قسم کا نام سابقین المومنین ہے۔ یعنی ہر خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے والے۔ چنانچہ آیت ذیل میں فرمایا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَائِكِ یَنْظُرُوْنَ۔ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ۔ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ۔ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔

بے شک نیک لوگ قیامت کے دن بڑے آرام میں ہونگے۔ تختوں پر بیٹھے بہشت کی سیر دیکھ رہے ہونگے۔ اے مخاطب تو اُن کو دیکھے۔ تو خوشحالی کی تازگی ان کے چہروں سے صاف پہچان لے۔ ان کو شراب خالص سربند پلائی جائیگی۔ جس کی بوتل پر مہر مُشک کی ہوگی۔ اور ریس کرنے والوں کو چاہئے۔ کہ اسی کی ریس کریں۔ اور اس شراب میں تسنیم کے پانی کی ملونی ہوگی۔ تسنیم بہشت کا ایک چشمہ ہے۔ جس میں سے خاص کر مقرب لوگ پیئنگے ؎

ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ اصحاب الیمین کو جو شراب دی جائیگی۔ اس میں تو تسنیم کی صرف ملاوٹ ہوگی۔ اور مقربین کو خاص تسنیم پینے کے لئے ملیگا۔

اسی مفہوم کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب کے متعدد مواضع میں بیان فرمایا ہے۔

ان تمام مقامات کو بغور ملاحظہ کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ اور اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہے۔ وہ اولیاء اللہ ہے۔

۸۴۔ مسلمانوں کو باہمی مودت اور کفار سے عداوت کی تاکید

اللہ نے اہل ایمان پر فرض کیا ہے۔ کہ ایک دوسرے سے محبت اور کفار سے عداوت رکھیں۔ فرمایا:۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ۔ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ

مسلمانو۔ یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائیگا۔ تو بیشک وہ بھی ان میں کا ایک ہے۔ کیونکہ خدا ایسے ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ تو اے پیغمبر جن لوگوں کے دلوں میں بے ایمانی کا روگ ہے۔ تم ان کو دیکھو گے۔ کہ ان یہود اور نصاریٰ کے دوست بنانے میں بڑی جلدی کرتے ہیں۔ کہتے کیا ہیں۔ کہ ہم کو تو اس بات کا ڈر ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ بیٹھے بٹھائے ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آجائیں۔ سو کوئی دن جاتا ہے۔ کہ اللہ مسلمانوں کی فتح یا کوئی اور امر اپنی طرف سے پیش لائیگا۔ تو اس وقت یہ منافق اس بدگمانی پر جو اسلام کے غلبے اور اس کی صداقت کی نسبت اپنے دلوں میں چھپاتے تھے۔ پشیمان ہونگے۔ اور اس سے مسلمانوں پر ان کا نفاق کھل جائیگا۔ تو مسلمان ان کے حال

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔

پر افسوس کر کے آپس میں کہینگے۔ کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں۔ جو ظاہر میں بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے اور کہا کرتے تھے۔ کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اور اندر اندر یہود کی تائیدیں کوششیں کرتے تھے۔ تو ان کا سارا کیا دھرا اکارت ہوا۔ اور سراسر نقصان میں آگئے۔ مسلمانو۔ تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے۔ تو خدا کو اس کی ذرہ بھی پروا نہیں۔ وہ ایسے لوگ اور لاموجود کریگا۔ جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہونگے۔ مسلمانوں کے ساتھ نرم۔ کافروں کے ساتھ کڑے۔ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کچھ باک نہیں رکھینگے۔ یہ بھی خدا کا ایک فضل ہے۔ جسکو چاہے۔ دے۔ اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ اور وہ سب کے حال سے واقف ہے۔ مسلمانو۔ بس تمہارے تو یہی دوست ہیں۔ اللہ۔ اور اس کا رسول۔ اور مسلمان جو نمازیں پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ ہمہ وقت خدا کے آگے جھکے رہتے ہیں۔ اور جو اللہ اور اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دوست ہوکر رہیگا تو وہ اللہ والا ہے۔ اور اللہ والوں ہی کا بول بالا ہے۔

ان آیات میں اللہ نے بتلا دیا۔ کہ مومن کا دوست اللہ اور اللہ کا رسول اور مومن بندے ہیں۔ اور یہ اصول ہر مومن کے ساتھ خاص ہے۔ جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہو۔ خواہ وہ اہل نسبت ہو۔ یعنی کسی شہر۔ مذہب یا طریقہ کی طرف منسوب ہو یا نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ (۲) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (۳) وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔ فَاِنْ

(۱) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک کے رفیق ایک ہیں۔ (۲) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی۔ اور اللہ کے رستے میں جہاد بھی کئے۔ اور جن لوگوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہی پکے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے گناہوں کی معافی ہے اور عزت و آبرو کی روزی اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی۔ اور تم مسلمانوں کے ساتھ

بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۔ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔

ہو کر جہاد بھی کئے ۔ تو وہ تم ہی میں داخل ہیں ۔ (۳) اور اگر تم مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں ۔ تو ان میں صلح کرا دو ۔ پھر اگر ان میں کا ایک فرقہ دوسرے پر زیادتی کرے ۔ تو جو زیادتی کرتا ہے تم بھی اس سے لڑو ۔ یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائے ۔ پھر جب رجوع لائے ۔ تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو ۔ اور انصاف کو ملحوظ رکھو ۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ مسلمان تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو ۔ اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو ۔ تاکہ خدا کی طرف سے تم پر رحم کیا جائے ۔

۸۵ ۔ رشتۂ ایمان کی تمثیل

صحاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی متعدد احادیث مذکور ہیں ۔ فرمایا ۔

مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم کمثل الجسد الواحد ۔ اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالحمی والسھر ۔

مسلمان باہمی دوستی اور رحم اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح ہیں ۔ ایک عضو بیمار ہو جائے ۔ تو بخار اور بیداری کے باعث تمام جسم بیقرار ہو جاتا ہے ۔

دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے ۔

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا وشبك بین اصابعه ۔

ایک مسلمان کے رشتہ کی دوسرے مسلمان کے ساتھ اس طرح مثال دی جا سکتی ہے جیسے ایک عمارت ہو ۔ اور اس کی اینٹیں ایک دوسری کو پختہ کر رہی ہوں ۔ اور اس مثال کو واضح کرنے کے لئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھلائیں ۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے ۔

والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ	مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کہ جب تک تم میں

سے ہر ایک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے۔ جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ تب تک مسلمان نہیں بن سکتا۔ نیز فرمایا۔

المسلم اخو المسلم لا یسلمہ ولا یظلمہ	یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اُسے

دشمن کے پاس بے مدد چھوڑے۔ اور نہ اس پر ظلم کرے +

ایسے مضامین کی مثالیں کتاب اور سنت میں بیشمار موجود ہیں +

۸۶۔ اعتصام بحبل اللہ کی تاکید

مندرجہ بالا آیات میں اللہ نے اپنے مومن بندوں کو دوست ٹھیرایا ہے۔ ان کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ اور تبلایا ہے۔ کہ ان کی شان باہمی امداد کرنا۔ رحم اور مہربانی کرنا ہے۔ انہیں مل جل کر رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور پھوٹ اور جھگڑے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا۔ نیز فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ کَانُوا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ +

ان نصوص کے ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کب جائز ہو سکتا ہے۔ کہ آپس میں پھوٹ اور اختلاف پیدا کر کے محض ظن اور ہوائے نفسانی کی بنا پر بلا دلیل خداوندی ایک جماعت سے دوستی اور ایک جماعت سے دشمنی کرنے لگے۔ جس سے اللہ نے نبیؐ کو بیزار کر دیا ہے۔ یہ کام تو اہل بدعت کا ہے۔ چنانچہ خوارج نے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ اور اپنے مخالفین کے خون کو حلال جانا۔ لیکن اہل السنۃ والجماعۃ تمام مل کر اللہ کی رسی کو پکڑے ہوئے ہیں۔ بدعت کی پابندی کا چھوٹے سے چھوٹا نقصان تو یہ ہے۔ کہ انسان اپنے ہم خیال پابند ہوا شخص کو دوسرے شخص پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ اگرچہ دوسرا شخص اس سے زیادہ متقی ہو۔ حالانکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس کو اللہ نے بلحاظ تقوے اور صلاح کے مقدم کیا ہے۔ اسے دوسرے شخص پر مقدم کیا جائے۔ اور جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے بوجہ پابندی حرص و ہوا کے دُور ہٹا دیا ہے

اسے ہم بھی پیچھے ہٹا دیں۔جس کے ساتھ اللہ محبت کرے۔اس سے ہم بھی محبت کریں جس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسولؐ بغض رکھیں۔اس سے ہم بھی بغض رکھیں۔جس سے وہ منع کریں۔اس سے رک جائیں۔جس سے وہ راضی ہوں۔اس سے ہم بھی راضی ہو جائیں۔مسلمانوں کو ایک ہاتھ ہو کر رہنا چاہیئے۔تو یہ کس قدر افسوس کی بات ہے۔کہ یہاں تک نوبت پہنچ جائے۔کہ بعض لوگ دوسرے لوگوں کو گمراہ اور کافر کہنے لگیں۔باوجود اس کے کہ وہ راہ صواب پر اور کتاب وسنت کے موافق ہوں۔ اور اگر نفس الواقع اس کا دوسرا مسلمان بھائی کسی دینی امر میں غلطی پر ہے۔تو ہر شخص غلطی کرنے والا کافر اور فاسق تو نہیں ہو جاتا۔

۸۷۔امت محمدیہؐ کی خطا اور نسیان معاف ہے

بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس امت کی خطا اور نسیان کو بھی معاف کر دیا ہے۔چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ اور مومنین کی دعا اس طرح ذکر فرمائی۔رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔اور یہ بات صحیح حدیث کی رو سے ثابت ہے۔کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے جواب میں قَدْ فَعَلْتُ فرمایا تھا۔یعنی میں نے یہ بات قبول کر لی ہے۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے۔کہ ایک شخص اسلام کے فروعات میں بھی تمہارے موافق ہوتا ہے۔مثلاً یہ کہ تمہاری طرح شافعی مذہب پر یا شیخ عدی کے طریق پر ہوتا ہے۔باوجود اس موافقت اور اتحاد مسلک کے کسی چھوٹی سی چیز میں مخالف بھی ہوتا ہے۔اور اس بات میں راہ صواب بھی اسی کے ہاں ہوتا ہے۔تو ان نصوص کے ہوتے ہوئے اس کی آبرو۔جان اور مال پر حملہ کرنا کب جائز ہے۔حالانکہ اللہ نے مسلمانوں کے باہمی حقوق اچھی طرح واضح کر دئے ہیں۔اسی طرح یہ کب جائز ہے۔کہ چند خود ساختہ ناموں کی بنا پر جن کا اصل کتاب اور سنت میں بالکل ملتا ہی نہیں۔امت میں باہمی اختلاف برپا کر دیا جائے۔

۸۸۔باہمی افتراق کا نتیجہ۔تسلط کفار

امت کے علماء۔مشائخ۔امراء اور کبراء میں جو تفریق ہے۔اسی چیز نے اس پر

کفار اور دشمنانِ اسلام کا تسلط بٹھلا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان غیر ضروری اختلافات میں پڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اصلی اطاعت کو ترک کر دیا۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔

اور جو لوگ اپنے آپ کو نصارٰے کہتے ہیں۔ ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا تھا۔ تو جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی۔ وہ بھی اس میں سے بڑا حصہ (یعنی پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لانا) بھلا بیٹھے۔ تو اس کی سزا میں ہم نے ان میں عداوت اور کینے کی آگ کو روزِ قیامت تک بھڑکا دیا ۔

جب کبھی لوگوں نے اللہ کے بعض احکام ترک کر دئے۔ ان کے درمیان عداوت اور بغض پڑ گیا۔ جب کبھی قوم میں فساد اٹھا۔ وہ ہلاکت کو پہنچ گئی۔ اسی طرح جب وہ آپس میں متفق ہو کر رہنے لگی۔ تو ان کی حالت بھی درست ہو گئی۔ اور اسے حکومت بھی حاصل ہوئی۔ وجہ یہ ہے کہ متفق ہو کر رہنے سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ اور پھوٹ میں عذاب نازل ہوتا ہے ۔

۸۹۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اور ان تمام باتوں کا مدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر موقوف ہے۔ چنانچہ آیات ذیل سے واضح ہوتا ہے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ

مسلمانو۔ اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اسلام پر ہی مرنا۔ اور سب مل کر اللہ کے دین کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا

مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

کی۔ اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے یعنی دوزخ کے کنارے آ لگے تھے۔ پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالٰے اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے۔ جو لوگوں کو نیک کام کی طرف بلائیں۔ اور اچھے کام کرنے کو کہیں۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں۔ اور ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچینگے ✦

منجملہ امر بالمعروف کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ مسلمان آپس میں جتھابنا کر رہیں۔ اور باہمی پھوٹ اور نااتفاقی سے بچتے رہیں۔ اور منجملہ نہی عن المنکر کے یہ ہے۔ کہ جو شخص اللہ تعالٰے کی شریعت سے باہر نکلے۔ اس پر شرعی حدود جاری کی جائیں ✦

۹۰۔ بعض عقائد جن سے بزور توبہ کرائی جائے

مثلاً جس شخص کا اعتقاد ہو۔ کہ فلاں شخص معبود ہے۔ یا کسی میت کو پکارے۔ یا اس سے رزق۔ امداد۔ ہدایت طلب کرے۔ اور اس پر توکل کرے۔ یا اس کے سامنے سر بسجود ہو۔ تو اسے توبہ پر مجبور کیا جائے۔ توبہ کرے۔ تو فبہا۔ ورنہ اس کی گردن اُڑا دی جائے۔ علٰی ہٰذا القیاس جو شخص کسی شیخ کا مرتبہ نبیؑ سے بڑھائے یا کہے۔ کہ فلاں ولی کو رسولؐ کریم کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ اسے بھی توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اور بصورت عدم قبول اس کی بھی گردن اڑا دی جائے۔ یہی سلوک اس شخص کے ساتھ بھی کیا جائیگا۔ جس کا عقیدہ یہ ہو۔ کہ موسٰےؑ کے ساتھ جس طرح خضرؑ تھے۔ ایسا ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کوئی ولی ہوتا تھا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ خضرؑ موسٰےؑ کی امت سے نہیں تھے۔ اور نہ ہی ان پر موسٰیؑ کی اطاعت واجب تھی۔ بلکہ خضرؑ نے موسٰےؑ سے کہ دیا تھا۔ کہ مجھے اللہ کی طرف سے ایک خاص علم حاصل ہے۔ جس کو آپ نہیں جانتے۔ اسی طرح آپ کو بھی اللہ نے ایک علم سکھلایا ہے۔ جس سے میں ناواقف ہوں۔ اور موسٰےؑ صرف بنی

اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے خضرؑ پر ان کی اطاعت واجب نہ تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وکان النبی یبعث الیٰ قومہٖ خاصّۃ و بُعثتُ الی الناس عامّۃ۔ یعنی پہلے تمام نبی اپنی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ لیکن میں تو دنیا کی تمام اقوام کی ہدایت کی خاطر بھیجا گیا ہوں۔ اور رسول کریم تو جنّوں اور انسانوں دونو کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ تو جس شخص کا اعتقاد ہو۔ کہ فلاں شخص کو آپ کی شریعت سے نکلنا جائز ہے۔ وہ کافر ہے۔ اس کا قتل واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے۔ جس کا ثبوت کتاب وسنت میں نہ ملے۔ اور اس کی بنا پر دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ یا ان کا خون اور مال حلال سمجھے۔ تو اسے ایسی سزا دینی چاہئے۔ کہ وہ اس سے باز آجائے اگرچہ قتل اور قتال کی نوبت آئے۔ کیونکہ ہر گمراہ فرقہ میں ایسے بدعقیدہ لوگوں کو اگر سزا دی جائے۔ اور ہر گروہ کے متقین کی عزت کی جائے۔ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضامندی کا بہت بڑا سبب ہوگا۔ اور مسلمانوں کا مجموعی کام درست ہوگا۔ ہر ایک جماعت کے علماء۔ امراء اور مشائخ پر واجب ہے۔ کہ عوام الناس کے درست کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ وہ حقیقی معنیٰ میں اولی الامر ہیں۔ انہیں نیکی کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں۔ کیونکہ امر بالمعروف سے وہ احکام مراد ہیں۔ جن کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا۔ اور نہی عن المنکر سے وہ چیزیں مراد ہیں۔ جن سے رُکنے کا حکم دیا ہے۔

۹۱۔ امر بالمعروف کے اقسام

امر بالمعروف میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں۔ اور یہ بمنزلہ اصول شرائع کے ہیں۔ پانچوں نمازیں اپنے وقت پر ادا کرنا۔ جمعہ قائم کرنا۔ اور واجبات۔ اور سنن مؤکدہ مثلاً عیدین۔ نماز کسوف۔ استسقار۔ تراویح۔ اور نماز جنازہ کی جماعت وغیرہ وغیرہ صدقات مشروعہ ادا کرنا۔ مشروع روزے رکھنا۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔ اللہ تعالےٰ۔ فرشتوں۔ کتابوں اور روز آخرت پر ایمان لانا۔ اور ہر نیکی اور بدی کا اندازہ اللہ کے ہاں

سے ملنا ۔ مقام احسان حاصل کرنے کی کوشش کرنا ۔ اور وہ یہ ہے ۔ کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے ۔ گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے ۔ اور اگر تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں تو کم از کم یہ ہو ۔ کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے ۔ امور باطنہ اور ظاہرہ کی پابندی ۔ مثلاً دین کو اللہ کے لئے خاص کرنا ۔ اس پر توکل رکھنا ۔ اللہ اور رسولؐ کو باقی تمام چیزوں سے محبوب رکھنا ۔ اللہ کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف رکھنا ۔ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں صبر اور استقامت سے کام لینا ۔ اللہ کے حکم کے سامنے گردن جھکانا ۔ سچ بولنا ۔ ایفائے عہد ۔ امانات کو ان کے اہل کی طرف پہنچا دینا ۔ والدین سے سلوک رکھنا ۔ صلۂ رحمی کرنا ۔ نیکی اور تقوئے پر معاونت کرنا ۔ ہمسایہ ۔ یتیم ۔ مسکین ۔ مسافر ۔ خاوند ۔ بیوی ۔ اور غلام کے ساتھ سلوک کرنا ۔ اقوال اور افعال میں عدل کو ملحوظ رکھنا ۔ پھر مستحب کاموں ۔ یعنی اخلاق حمیدہ کی پابندی مثلاً جو الگ کردے اس سے ملنا ۔ جو محروم کردے اسے دینا ۔ جو ظلم کرے ۔ اسے معاف کرنا ۔ چنانچہ فرمایا ۔

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۔ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ۔ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَى الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔

اور برائی کا بدلہ ہے ویسی ہی برائی ۔ اس پر بھی جو معاف کردے اور صلح کرلے ۔ تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے ۔ بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ اور ہاں کسی پر ظلم ہؤا ہو ۔ اور وہ اس کے بعد بدلہ لے ۔ تو یہ لوگ معذور ہیں ۔ ان پر کوئی الزام نہیں ۔ الزام تو انہیں پر ہے ۔ جو لوگوں پر ظلم کرتے ۔ اور ناحق ناروا ملک میں لوگوں پر زیادتی کرتے ہیں ۔ یہی لوگ ہیں جن کو عذاب دردناک ہونا ہے ۔ اور البتہ جو شخص صبر کرے ۔ اور دوسرے کی خطا بخش دے ۔ تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں +

۹۲ ۔ نہی عن المنکر کے اقسام

نہی عن المنکر میں مندرجہ ذیل اشیاء شامل ہیں ۔ سب سے بڑا گناہ شرک

ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی پکارا جائے۔ مثلاً سورج چاند۔ ستارے۔ فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ۔ نبیوں میں سے کوئی نبی۔ صالحین میں سے کوئی نیک شخص۔ جنوں میں سے کوئی جن۔ یا ان کی مورتوں۔ تصویروں۔ اور قبروں کی پرستش کی جائے۔ یا ان کے علاوہ اور چیزیں جن کو اللہ کے سوا پکارا جائے۔ یا ان سے فریاد طلب کی جائے۔ انہیں سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اور ان کی امثال شرک میں داخل ہیں۔ اور اللہ نے تمام انبیا کی زبان پر شرک حرام قرار دیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ نے ناحق کسی نفس کے قتل کر دینے کو حرام ٹھیرایا ہے۔ لوگوں کا مال لوٹ کر۔ یا سود۔ جوئے۔ اور ان معاملات اور بیوع کے ذریعے کھانا۔ جن سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے منع کیا۔ کیونکہ یہ تمام ذرائع اکل اموال الناس بالباطل کے ہیں۔ اسی طرح قطع رحمی۔ والدین کی نافرمانی۔ ماپ اور تول میں کمی کرنا۔ گناہ اور ناحق سرکشی کا مرتکب ہونا۔

۹۳۔ افترا علی اللہ کے اقسام

اسی طرح اللہ نے منع کیا ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ کی نسبت وہ بات کہے۔ جس کا اسے علم نہیں۔ مثلاً اللہ اور اس کے رسولؐ کی زبانی ایسی احادیث روایت کرے۔ اور انہیں صحیح بتلائے۔ جن کے صحیح ہونے کا اسے خود بھی علم نہیں۔ اللہ کو ایسے صفات کے ساتھ متصف کرے۔ جن کے متعلق نہ تو کلام اللہ میں کوئی آیت وارد ہوئی۔ اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ان کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ صفات خواہ نفی اور تعطیل کی جانب سے ہوں۔ چنانچہ جہمیہ کا اعتقاد ہے۔ کہ اللہ عرش کے اوپر نہیں ہے۔ اور نہ آسمانوں پر ہے۔ نہ آخرت میں اس کا دیدار ہوگا۔ نہ اللہ کلام کرتا ہے۔ نہ محبت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بہت سی باتیں جن کے ذریعے وہ اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ یا اثبات اور تمثیل کی جانب سے مثلاً گمان کرنا۔ کہ اللہ زمین پر چلتا ہے۔ یا اپنی مخلوق کے ساتھ مجلس کرتا ہے۔ یا دنیا میں ان آنکھوں کے ذریعے لوگوں کو دکھلائی دیتا ہے۔ یا یہ کہ آسمان اس کو گھیرے اور احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یا

اس نے اپنی مخلوق میں حلول کیا ہے۔ اور اسی قسم کے اور بہتان جو اللہ پر لگائے جا سکتے ہیں +

۹۴۔ عبادات بدعیہ غیر شرعیہ

اسی طرح وہ نو ایجاد بدعتی عبادتیں ہیں۔ جو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے مشروع نہیں گردانیں۔ چنانچہ فرمایا۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ	کیا ان لوگوں نے خدا کے شریک بنا رکھے ہیں اور انہوں نے ان کے لئے دین کا رستہ ٹھیرایا

ہے جس کا خدا نے حکم نہیں دیا +

کیونکہ اللہ نے جب اپنے مومن بندوں کے لئے عبادات مشروع کیں۔ تو شیطان نے بھی نئی نئی عبادتیں ایجاد کر کے ان اصلی عبادتوں کے مشابہ کر دیا۔ چنانچہ اللہ نے بندوں کے لئے یہ مشروع کیا۔ کہ وہ صرف اکیلے اسی کی عبادت کریں۔ اس کے مقابلہ میں شیطان نے بھی عبادت لا کھڑی کی۔ اور وہ غیر اللہ کی پرستش اور خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اللہ نے پانچ نمازیں۔ نمازوں میں قرآن پڑھنا۔ قرآن کو کان لگا کر سننا۔ اور نماز سے الگ بھی خالی قرآن سننے کے لئے اکٹھا ہونا مشروع کیا۔ چنانچہ پہلی سورت جو اس نے اپنے نبیؐ پر نازل فرمائی۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ الخ ہے۔ اس کی پہلی آیت میں قراءت کا اور آخری آیت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ میں سجدہ کا حکم دیا۔ چنانچہ نمازمیں سب سے بڑا ذکر قرآءت قرآن۔ اور ارکان میں سب سے بڑا رکن سجدہ ہے۔ جو خالص اللہ کو کیا جائے۔ نیز فرمایا۔

(۱) وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (۲) وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ	(۱) اور صبح کو تلاوت کرو۔ کیونکہ صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے۔ (۲) لوگو۔ جب قرآن پڑھا جائے۔ تو اسے کان لگا کر

سنو اور چپ رہو۔ عجب نہیں۔ کہ اس کی برکت سے تم پر رحم کیا جائے +

۹۵۔ سلف صالحین کا سماع

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہو جاتے۔ تو ایک کو کہتے۔ کہ قرآن پڑھ۔ اور باقی سنتے رہتے۔ حضرت عمرؓ حضرت ابو موسےٰؓ اشعری کو جو نہایت خوش الحان تھے۔ کہا کرتے تھے۔ ذکّرنا ربّنا۔ ہمیں ہمارا رب یاد دلائیے۔ تو وہ قرآن پڑھتے اور لوگ سنتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو موسےٰؓ کے پاس سے گذرے۔ اور وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کی قراءت سننی شروع کر دی۔ دوسرے دن فرمایا اے ابو موسےٰؓ۔ میں کل رات تیرے پاس سے گذرا۔ تو میں نے تیری قراءت سننی شروع کر دی۔ ابو موسےٰؓ نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ اگر مجھے پتہ لگ جاتا۔ تو آپ کی خاطر زیادہ خوش الحانی سے پڑھنے کی کوشش کرتا۔ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ جس طرح آقا اپنی لونڈی کے گیت کو شوق سے سنتا ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی قرآءت کو پسند کرتا ہے۔ جب کہ وہ خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہا ہو۔

یہ سماع تو مومنین۔ سلف امت۔ اور اکابر مشائخ اولین مثلاً معروف کرخی۔ فضیل بن عیاض۔ ابو سلیمان دارانی۔ اور متاخرین مثلاً شیخ عبد القادر۔ شیخ عدی بن سافر۔ شیخ ابو مدین وغیرہم رحمہم اللہ کا ہے۔

۹۶۔ مشرکین کا سماع

باقی رہے مشرکین۔ تو ان کا سماع وہ تھا۔ جو اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً یعنی ان کی نماز یہی تھی۔ کہ خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ سلف کا قول ہے۔ کہ مُکَاءً کے معنے سیٹی اور تصدیۃ کے معنے ہاتھ سے تالیاں بجانا ہے۔ مشرکین مسجد حرام میں جمع ہوتے تالیاں بجاتے۔ اور آوازیں کستے تھے۔ اور اسے عبادت اور نماز سمجھتے تھے۔ اللہ نے اس

پر مذمت نازل فرمائی۔ اوران چیزوں کو منجملہ باطل امور کے ٹھیرایا۔ جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ تو جس شخص نے اس قسم کے مشرکین کے سماع کو عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ وہ بعض امور میں ان لوگوں کے مشابہ ہے۔ قرون ثلاثہ میں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے خیر القرون فرمایا ہے۔ کسی نے ایسا نہیں کیا۔ نہ ہی اکابر مشائخ سے ثابت ہے +

باقی رہا سماع غنا یعنی وہ گیت جو بطور کھیل کے گائے جاتے ہیں۔ تو یہ تو عورتوں اور لڑکیوں کے خوش کرنے کی چیزیں ہیں۔ اس کے جواز میں بعض آثار بھی ملتے ہیں۔ کیونکہ دین اسلام میں ایسی باتوں کی گنجائش ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے +

۹۷۔ دین کا ستون۔ نماز

دین کا ستون کہ بدون اس کے دین قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ تو پانچ فرض نمازیں ہیں۔ جس قدر دوسرے فرائض اور واجبات میں مسلمانوں کو توجہ کرنی ضروری ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر نماز کی ادائیگی کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کی طرف لکھا کرتے تھے۔ ان اھم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظها وحافظ علیها حفظ دینہ و من ضیعها کان لما سواها من عملہ اشد اضاعۃ۔ یعنی میرے نزدیک تمام امور سے بڑھ کر نماز ہے۔ جو شخص اس کی حفاظت کرے۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی حفاظت کی تاکید کرے۔ وہ اپنے دین کی حفاظت کر لیتا ہے۔ جو اس کو ضائع کرے۔ وہ باقی عبادات کو اس سے بھی زیادہ ضائع کریگا +

منجملہ تمام عبادات کے پہلی چیز جو اللہ نے واجب کی۔ نماز ہے۔ شب معراج میں خود اللہ تعالے نے بلا واسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پانچ نمازیں فرض کیں۔ اور آخری چیز ہے۔ جس کی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دنیا سے رخصت ہونے کے وقت کی۔ بار بار فرماتے تھے۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم

یعنی نماز کو قائم رکھنا۔ اور لونڈیوں کے حقوق کی حفاظت کرنا۔ اور اعمال میں سب سے پہلے قیامت کے دن نماز کا حساب ہوگا۔ اور یہی سب سے آخری چیز ہے۔ جو تمام دین کے مفقود ہونے کے بعد بھی رہیگی۔ جب یہ چیز مفقود ہو جائیگی۔ تو تمام دین مفقود ہو جائیگا۔ یہی دین کا ستون ہے۔ جب ستون گر گیا۔ تو تمام دین گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ راس الامر الاسلام۔ وعمودہ الصلوٰۃ وذروۃ سنامہ الجہاد فی سبیل اللہ۔ یعنی اطاعت اور عبودیت کی جڑ اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے۔ اور اس کی انتہائی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے۔ جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ سو ان کی گمراہی ان کے آگے آئیگی۔ اور پچھلی حدیث میں جو ضَيَّعَ کا لفظ آیا ہے۔ تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اضاعتہا تاخیرھا عن وقتہا۔ ولو ترکوھا کانوا کفارًا۔ یعنی نماز کو ضائع کرنے سے مراد یہ ہے۔ کہ اسے وقت پر ادا نہ کیا جائے۔ بالکل چھوڑ دینا اس کا مطلب نہیں۔ کیونکہ اگر بالکل چھوڑ دیں۔ تو کافر ہو جائیں۔ نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ نمازوں کی حفاظت کرو۔ خصوصاً درمیانی نماز کی۔ اور محافظت کے معنےٰ یہ ہیں۔ کہ اسے وقت پر ادا کیا جائے۔ نیز فرمایا۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ ان نمازیوں کی بڑی تباہی ہے۔ جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں۔ یہاں ساہون سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو نمازوں میں اتنی دیر کرتے ہیں۔ کہ وقت نکل جاتا ہے۔

۹۸۔ بلا ضرورت جمع بین الصلاتین جائز نہیں

مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ کہ دن کی نماز کو رات تک اور رات کی نماز کو دن تک کسی حالت میں موخر کرنا کسی کے لئے حتیٰ کہ مسافر۔ مریض وغیرہ کے لئے بھی جائز نہیں

ہاں صرف اتنی بات جائز ہے۔ کہ سخت ضرورت کے وقت دن کی دو نمازوں ظہر اور عصر کو ایک وقت ظہر یا عصر میں اور رات کی دو نمازوں مغرب اور عشا کو ایک وقت مغرب یا عشا میں جمع کرسکتا ہے۔ اور یہ حاجت مسافر اور مریض کو یا انسان کو بارش اور اسی قسم کی دوسری معذوری کی حالت میں پڑ سکتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالے نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے۔ کہ اپنی حسب طاقت نمازیں ادا کریں۔ چنانچہ فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ یعنی اللہ سے بقدر امکان ڈرو۔ تو انسان پر فرض ہے کہ کامل طہارت کامل قراءت اور کامل رکوع اور سجود کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اگر اسے پانی نہ ملے۔ یا پانی کے استعمال سے اسے ضرر پہنچتا ہو۔ مثلاً بیمار ہوجانے یا سردی لگ جانے کا اندیشہ ہو۔ اور وہ جُنبی یا بے وضو ہو۔ تو تیمم کرلے۔ اس طرح کہ پاک مٹی لے کر اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مل لے۔ اور فوراً نماز ادا کرے۔ وقت سے ہرگز موخر نہ کرے۔ یہ بات باتفاق علما صحیح ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس جب کہ انسان محبوس یا قید ہو۔ یا لنگڑا ہو۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور عذر ہو۔ تو اپنی حالت کے موافق نماز ادا کرے۔ جب دشمن سامنے ہو۔ تو صلوٰۃ خوف ادا کرے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔ وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوۃَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِکُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ وَاَمْتِعَتِکُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْکُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ کَانَ بِکُمْ اَذًی مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ	اور مسلمانو۔ جب تم جہاد کے لئے کہیں جاؤ۔ اور تم کو خوف ہو۔ کہ کہیں کافر تم سے نماز پڑھنے میں لڑائی کی چھیڑ چھاڑ نہ کرنے لگیں۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ کہ نماز میں سے کچھ گھٹا دیا کرو۔ بیشک کافر تو تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ تم کو اطمینان سے نماز نہیں پڑھنے دینگے۔ اور اے پیغمبر جب تم مسلمانوں کی فوج کے ہمراہ ہو۔ اور امام بن کر ان کو نماز پڑھانے لگو۔ تو مسلمانوں کی ایک جماعت مقتدی بن کر تمہارے ساتھ کھڑی ہو۔ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔ پھر جب سجدہ کرچکیں۔ تو پیچھے ہٹ جائیں۔ اور دوسری جماعت جو اب تک شریک نماز نہیں

كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا - فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ - اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا -

ہوئی - اگر تمہارے ساتھ نماز میں شریک ہو۔ اور ہوشیاری رکھیں - اور اپنے ہتھیار لئے رہیں کافروں کی تمنا تو یہ ہے - کہ تم ذرا بھی اپنے ہتھیاروں اور ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ - تو یکبارگی تم پر ٹوٹ پڑیں - اور اگر تم لوگوں کو مینہ کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو - یا تم بیمار ہو - تو اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں - ہاں اپنی ہوشیاری رکھو بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے - پھر جب تم نماز خوف پوری کر چکو - تو اس کے بعد کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کی یادگاری میں لگے رہو۔ پھر جب تم دشمن کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ - تو معمول کے مطابق نماز پڑھو - کیونکہ مسلمانوں پر نماز بقید وقت فرض ہے +

لہذا مسلمانوں میں سے جو لوگ قدرت رکھتے ہیں - ان پر واجب ہے - کہ مردوں عورتوں اور بچوں میں سے ہر ایک کو نماز کی تاکید کریں - قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مروهم بالصلوٰة لسبع واضربوهم علی ترکها لعشر و فرقوا بينهم فی المضاجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو جب کہ وہ سات برس کے ہو جائیں - اور دس سال کے بچے اگر نماز چھوڑ دیں تو انہیں مارو - اور انہیں الگ الگ سلاؤ +

۹۹ - تعزیر تارکین صلوٰۃ

ہر بالغ شخص جب پانچ نمازوں میں سے ایک نماز ترک کر دے - یا اس کے بعض متفق علیہ فرائض چھوڑ دے - تو اسے توبہ پر مجبور کیا جائے - اگر باز نہ آئے - تو قتل کر دیا جائے - بعض علماء کہتے ہیں - کہ تارک الصلوٰۃ مرتد اور کافر ہو جاتا ہے - نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے - اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے +

بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ رہزن۔ قاتل نفس اور شادی شدہ زانی کی جو سزا ہے۔
وہ تارک الصّلوٰۃ کی ہے ۔

نماز ایک عظیم الشان عمل ہے۔ اس کی مفصل بحث کی یہاں گنجائش نہیں۔ کیونکہ وہی دین کا مدار اور ستون ہے۔ اللہ تعالٰے نے قرآن میں تمام فرائض سے بڑھ کر اس پر زور دیا ہے۔ اور اسے سب سے بڑا فرض قرار دیا ہے۔ کہیں اسے ذکر کے ساتھ خاص کیا ہے۔ کہیں اسے زکوٰۃ کے متصل بیان کیا ہے۔ کسی جگہ صبر اور کسی جگہ قربانی کے ساتھ ملا کر نماز کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ صبر اور نماز کی پابندی سے مدد حاصل کرو۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۔ اپنے رب کی خاطر نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے۔ اور میں اس کے فرمانبردار بندوں میں پہلا فرمانبردار ہوں ۔

کبھی افعال حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے پہلے نماز کا ذکر کرتا ہے۔ اور کبھی اعمال حسنہ کو نماز پر ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورۂ معارج میں ہے۔ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِہِمْ دَآئِمُوْنَ ۔۔۔ اِلٰی قولہ۔ اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ ۔ مگر ان لوگوں کا ہرگز ایسا حال نہیں۔ جو نماز گذار ہیں۔ اور وہ اپنی نماز کو ہرگز ناغہ نہیں ہونے دیتے۔ اور جن کے مالوں میں منہ پھاڑ کر مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونو کا ایک حصہ معین مقرر ہے۔ اور جو روز جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بیشک ان کے پروردگار کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے رہتے ہیں۔ مگر اپنی بیوی اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی لونڈیوں سے کہ ان کے ساتھ مصروف ہونے میں ان پر کچھ الزام نہیں۔ ہاں جو لوگ ان کے علاوہ اور کے طلبگار ہوں۔ تو ان کو سمجھو۔ کہ وہ حد فطرت سے بڑھ گئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی تحویل کی امانتوں کا اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر ثابت

قدم رہتے اور وہ جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں ۔یہ لوگ ہیں۔ جو عزت سے بہشت کے باغوں میں ہونگے +

سورۂ مومنون میں اس طرح آیا ہے ۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۔۔۔ الیٰ قولہ ۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ ایمان والے اپنی مراد کو پہنچ گئے ۔اور یہ وہ لوگ ہیں ۔جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں ۔ اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے ۔ اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے مگر اپنی بی بیوں اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی لونڈیوں سے کہ ان میں ان پر کچھ الزام نہیں ۔ لیکن جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں ۔ تو وہی لوگ حد شرع سے باہر نکلے ہوئے ہیں ۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں ۔ یہی لوگ آدمؑ کے اصلی وارث ہیں۔ جو بہشت بریں کی میراث پائیں گے ۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے +

۱۰۰۔ خاتمہ اور دعا

آخر میں ہم اللہ تبارک و تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں بھی اور تمہیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے ۔ جو جنت فردوس کے وارث ہونگے ۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ والحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً +